اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق
قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر۔ دارالعلوم۔ ۴

فون نمبر۔ دھالٹش۔ ۲

# ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۹

شمارہ نمبر : ۱،۲

اکتوبر۔ نومبر۔ ۱۹۷۳ء

رمضان المبارک۔ ۱۳۹۳ھ

مدیر
سمیع الحق

## اس شمارے میں



بدل اشتراک:- پاکستان میں سالانہ دس روپیہ | قیمت فی پرچہ ایک روپیہ | غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ ہوائی ڈاک دو پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ ... منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# افتتاح جلد نہم

الحمدللہ کہ الحق آج اپنی زندگی کے نویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ جبکہ رشد و ہدایت تہذیب انسانیت اور تزکیہ نفوس کا موسم بہار شہر رمضان ملت پر سایہ فگن ہے۔ رمضان جو بذات خود انسانیت کے لئے بہت بڑا ہادی، مرشد اور مزکی بن سکتا تھا، کہ نزول قرآن سے ہم آہنگی نے اسکی فضیلت و تاثیر میں اور بھی بے حد وحساب اضافہ کر دیا۔ ھدًی للناس و بینٰت من الھدٰی والفرقان۔ روزہ اور قرآن کے اس مہینہ سے الحق کی نئی جلد کا افتتاح اس کے مقاصد حقہ کے لئے ایک نیک فال ہے۔؟ اور وہ مقاصد ہیں کیا۔؟ دین حق کی اشاعت اسلام کی سربلندی توحید و سنت کی حمایت، اعلاء کلمۃ اللہ، باطل اور اہل باطل کا تعاقب، انسانیت کی فلاح و بہبود، معاشرہ کی تطہیر، نفوس کی پاکیزگی، علوم قرآن و صاحب قرآن علیہ السلام کا فروغ و ترویج، بھٹکی ہوئی انسانیت کو اپنے ہادی و رہبر علیہ السلام کے قدموں میں لانا اور دنیا کو امن و سلامتی، عافیت و سرخروئی کا وہ آخری پیغام یاد دلانا جسے خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لیکر آئے۔ اللہ اکبر مقاصد کی عظمت و تقدس اور پاکیزگی کا کیا ٹھکانا، جبکہ دوسری طرف اپنی آلائشیں ناتوانی اور بے بسی ہر لحاظ سے تہی دامنی اور حرمان نصیبی۔ الغرض اتنی ہی پستی جتنی مقاصد کی بلندی ــــــ مگر اب تک ان سب باتوں کی تلافی کا سامان جس ذات حی و قیوم نے اپنی رحمتوں سے کر کے اس شمع کو فروزاں رکھا، آئندہ بھی وہ اسے نہ صرف روشن رکھے گا۔ بلکہ اسکی تابناکی اور ضوء افشانی میں اضافہ ہی فرماتا رہے گا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ الحق اپنی پچھلی آٹھ سالہ زندگی میں (جبکہ اس کے صفحات ۷، ۸ ہزار تک پہنچ چکے ہیں۔) اگر اپنے مقاصد سے ہم آہنگ رہا تو حق تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اگر کوئی غلط چیز شائع ہوئی تو ہماری کوتاہی، غفلت اور سہو و نسیان سے درگذر فرما کر ناظرین کے ذہنوں کو اس کے غلط اثرات سے پاک کر دے ــــــ ہماری کوشش رہی ہے کہ الحق معیاری سے معیاری رسالہ ثابت ہو۔ قارئین نے نامساعد حالات میں بھی ہمارا ساتھ نہ چھوڑا، تحسین و حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔ کتابت، طباعت اور دیگر مادی مشکلات اور وسائل کی کمی کی وجہ سے پرچہ کی اشاعت میں تاخیر اور بدنظمی کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ ہم ان سب کے شکر گذار ہیں۔ قارئین الحق اور اسکی دعوت و تحریک کے بنیادی ستون ہیں ــــــ آئیے ہم سب مل کر الحق کو دین متین کا اور بھی بڑھ چڑھ کر ایک مضبوط مستحکم اور موثر خادم بنادیں۔ اس کے لئے آپ کی رہنمائی اور مخلصانہ تعاون کی ضرورت ہوگی اور حلقۂ اشاعت وسیع کرنے کیلئے ہر قاری کو کم از کم پانچ اور قاری بنا کر اپنی ملی و دینی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہونا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان ارادوں کو شرمندۂ تکمیل کر دے کہ سب کچھ اسکی لطف و عنایت پر منحصر ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ــــــ●

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نقشِ آغاز

آج عرب اسرائیل جنگ کا دسواں دن ہے۔ اور رمضان المبارک کی سترویں تاریخ، سات سال کے جانگسل صبر کے بعد بالآخر عربوں نے سربکف ہو کر میدانِ جہاد میں اپنی شجاعت و بسالت کی نئی داستانوں سے اسلام کے روشن اور تابندہ تاریخ سے وہ گرد و غبار جھاڑ دی جو سامراجی اور صیہونی سازشوں سے پچھلی جنگ میں اسے ماند کرنے لگی تھی۔ آج کی جنگ اور آج کی تاریخ ہمیں ۲ھ ہجری کے اس یوم الفرقان (۱۷ رمضان یوم بدر) کی یاد دلا رہا ہے، جب ہادیٔ انسانیت اور نذیر و بشیر رسول، امام المجاہدین نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مٹھی بھر جاں نثاروں کے ساتھ قیامت تک اسلام اور مسلمانوں کی فتح و کامرانی کا دروازہ کھول کر کفر و شرک کو سرنگوں کر دیا بدر کی یہ فتح آئندہ تمام فتوحات کا سرچشمہ اور قیامت تک خدائے حی و قیوم کے اعترافِ وحدانیت اور عبادتِ خالص کا ذریعہ بنا، اور آج عرب اپنے سرفروش اور جاں نثار اسلاف کی طرح اسی شاہراہِ جہاد پر گامزن ہیں۔ ہمارے جسم و جاں کی ہر متاعِ عزیز ان پر نثار ہو مسلمانوں کے دلوں کی ہر دھڑکن ان کی ہمنوا ہے۔ کہ عرب اپنے لئے نہیں اسلام کی عظمتِ رفتہ کی بحالی کیلئے لڑ رہے ہیں، قبلۂ اوّل مسجد اقصیٰ، اور انبیاء کرامؑ کی سرزمین کی بازیابی اور بالآخر حرمین الشریفین کا تحفظ و حفاظت صرف عربوں کا نہیں بلکہ دنیا بھر کے تمام نام لیوایانِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یکساں فریضہ ہے۔ مسجدِ اقصیٰ کے مینار جھک جھک کر دنیا کے تمام مسلمانوں کو پکار رہے ہیں۔ قدس کی جامع عمرؓ مغضوب و ذلیل قوم، یہود کے قدموں سے پامالی پر ساری دنیا کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا ماتم کر رہی ہے۔ صحرائے سینا کی وسعتیں ملتِ محمدیؐ کے ہر اس فرد میں صلاح الدین ایوبی کو تلاش کر رہی ہیں جو خود کو مسلم اور محمد عربی کا غلام کہتا ہے۔ اب جب کہ عرب اس دعوت پر لبیک کہہ کر میدان میں کود پڑے ہیں، اور وہ حق پر ہیں، اور حق کیلئے لڑ رہے ہیں۔ تو کیا مسلمان اور اسلامی مملکتیں صرف چند بیانات دیکر اور زبانی جمع خرچ کر کے اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو سکتی ہیں لوگ کتنے ہیں جو زبانی حد تک بھی لبوں کو جنبش نہیں دے رہے جبکہ اہلِ باطل متفق ہو کر مسلمانوں پر دھاوا بول رہے ہیں۔ امریکہ جو سامراجیت کا علمبردار ظلم و فساد کا سرچشمہ اور انسانی قدروں کی توہین و پامالی کا مظہرِ اتم ہے، کھل کر عالمِ اسلام کی غیرت و حمیت کو للکار رہا ہے۔ وہی امریکہ جس کی دریوزہ گری کو ہم سرمایہ مجد و شرف سمجھتے ہیں۔ اور جس کے چند ٹکڑوں کی وجہ سے ہماری مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ ہمیں عربوں کی اس جنگ سے عبرت و نصیحت کے صدہا سبق لینے چاہئیں۔ دوست اور دشمن کی پہچان کا سبق، عروج و زوال کا سبق، نئی زندگی، نیا ولولہ اور

نئے ایمان ویقین کا سبق ، ذلت اور شکست کو فتح و کامرانی سے بدلنے کا سبق ، اور ذلت ونکبت کو "حقیقتوں" کے لبادہ فریب میں نہ چھپانے کا سبق ۔ اگر عربوں نے ۱۹۶۷ء کے خط متارکۂ جنگ کے اس پار غصب شدہ زمینوں کو "حقیقتوں" سے بدلنے کی کوشش کی ہوتی تو آج فتح و کامرانی ، عزت وسرخروئی اور مجد وشرف میں عربوں کا یہ مقام نہ ہوتا ۔ غیور وجسور عربو ! آگے بڑھو ، وہ دیکھو نصرت خداوندی تمہارے قدم چومنے کیلئے بیتاب ہے ۔ الا ان نصر اللہ قریب ۔

---

**ایک عارف ربانی کی وفات** ۱۱ر شعبان ۱۳۹۳ھ مطابق ۹ر ستمبر ۱۹۷۳ء شب اتوار دس بجکر دس منٹ پر احمد پور شرقیہ بہاولپور میں ایک ایسے خدا رسیدہ بزرگ کا وصال ہو گیا جنکی ساری زندگی اسلام کی بے لوث خدمت ، خلق اللہ کی رشد وہدایت اور ارشاد وسلوک میں بسر ہوتی تھی ۔ افسوس کہ ظلمت مادہ پرستی اور طوفان خدا فراموشی کی ان تاریکیوں میں دوائے دل بیچنے والے بڑی تیزی سے سفر آخرت اختیار کرتے جا رہے ہیں ۔ اور دنیا خالی ہوتی جا رہی ہے ۔ عارف ربانی ملاذ الفقراء و محب العلماء والمساکین مولانا محمد عبدالمالک صدیقی نقشبندی مجددی کی رحلت بھی ان تاریکیوں میں اضافہ کا سبب بنے گی ۔ حضرت مرحوم اپنے وقت کے شیخ طریقت خواجہ فضل علی قریشی مسکین پوری متوفی ۱۳۵۴ھ کے اجل خلفاء میں سے تھے ، جن کا روحانی سلسلہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے ۔ ولادت ۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ بوقت تہجد بستی ڈھکوان احمد پور شرقیہ بہاولپور میں ہوئی وصال کے وقت عمر ۷۴ برس تھی وفات کے بعد چہرۂ انور اور جسم پر جنتیوں کی علامات نمایاں تھیں ۔ جنازہ احمد پور پڑھلنے کے بعد دوسرے دن خانیوال لایا گیا ۔ جہاں دوبارہ رات کے دس بجے جنازہ پڑھایا گیا ۔ اور رات کے دو بجکر پندرہ منٹ پر یعنی اس وقت آغوش لحد کے سپرد کر دئیے گئے جبکہ اس وقت زندگی بھر آپ مولائے حقیقی سے محو مناجات رہتے اور اپنے نالہ ہائے سحرگاہی کی شکل میں رفیق اعلیٰ سے ہمکلام ہوتے ۔

مولانا مرحوم کی ذات دیگر اکابر کیطرح شریعت وطریقت کی جامع تھی ، کمال اتباع سنت جو سلسلۂ نقشبندیہ کا وصف خاص ہے ، ہر ہر قدم پر ملحوظ رہا ۔ سنت کی مخالفت یا کسی منکر کو دیکھتے تو ضبط نہ کر سکتے ۔ نہ کسی مداہنت یا مصلحت بینی کے روادار ہوتے ، بلکہ بلا خوف لومۃ لائم ٹوکتے آپ کے اردگرد دنیا پرستوں اور اہل جاہ وثروت کا نہیں ، بلکہ زیادہ تر علماء طلباء فقراء مساکین ۔۔۔ اور منکسر القلوب لوگوں کا ہجوم رہتا گویا وہ طبقہ علماء کے مرشد رہتے ۔ اور خود ان لوگوں میں ایسے خوش رہتے جیسے ماہی بے تاب پانی میں تسکین پاتی ہے ۔ تمام اکابر دیوبند کے مداح اور گرویدہ تھے ، مگر شیخ الاسلام

مولانا مدنیؒ کے تو گویا عشاق میں سے تھے، ہمیشہ ان کے مناقب میں رطب اللسان رہتے، صحابہؓ دشمنی تصوف اور سلف صالحین سے بدظنی پیدا کرنے والے لوگوں پر شدید تنقید کرتے، اور اس وجہ سے ہمیشہ جماعت اسلامی مخالفت کا نشانہ بنتے، کبھی تبلیغی جماعت بھی بعض لوگوں کے تشددات کی وجہ سے لپیٹ میں آجاتی جو بہت سے معتقدین کیلئے بھی سامان آزمائش ہوجاتی، تمنائے اصلاح خلق اور جذبۂ ارشاد وہدایت انہیں اس ضعف اور کبرسنی میں بھی طویل اسفار پر مجبور کرتا رہا۔ دارالعلوم حقانیہ میں آمد ورفت کا سلسلہ ۲۰-۲۲ سال سے دارالعلوم حقانیہ کے اوّلین صدر مدرس استاذ مکرم مولانا عبدالغفور صاحب سواتی قدس سرہٗ (سابق مدرس مدرسہ مدینیہ دہلی) کے تعلق سے شروع ہوا جو ان کے متوسلین میں سے تھے پھر تو ہر بار دارالعلوم کے بیشمار طلبہ اور اجلّہ اساتذہ تک بیعت ہوتے رہے اپنے آخری سفر میں بھی دارالعلوم تشریف لائے دوسرے دن تک قیام کیا اس سفر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آغوش مبارک میں لیکر فرما رہے ہیں "عبدالمالک اب بوڑھے ہو چکے ہو گھر میں بیٹھو اور سفر ترک کردو" اور ابھی مہینہ ڈیڑھ ہی گزرا تھا کہ راہِ ارشاد وہدایت کا یہ تھکا ماندہ مسافر مولائے حقیقی کی آغوش رحمت میں جاکر آسودۂ راحت ہوگیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کے فیض کو جاری وساری رکھے اور درجات میں تاقیامت اضافہ ہوتا رہے۔

★

**داعی بن داعی بن داعیؒ** حق تعالیٰ کی شان بے نیازی پر قربان جائیے شان صمدیت بھی عجیب ہے۔ جماعت تبلیغی کے روح رواں امیر التبلیغ مولانا محمد یوسف دہلویؒ کس عالم بے سروسامانی میں جماعت اور تحریک تبلیغ و دعوت کو چھوڑ کر جدا ہوگئے تھے۔ کام خدا کا تھا خدا نے جاری وساری رکھا۔ وہ اپنے اولوالعزم والد مولانا محمد الیاس مرحوم کے غالباً اکلوتے فرزند تھے، بظاہر ان کے دم قدم سے کام پھیلتا گیا مگر خدا نے بہت جلد یہ ظاہری پردہ سرک کر بتلا دیا کہ جو کچھ بھی ہورہا ہے یہ سب اسی ذات وحدہٗ کے کرم کا صدقہ ہوتا ہے۔ اب یکایک مولانا محمد یوسف مرحوم کے صاحبزادہ مولانا محمد ہارون صاحب دہلوی بھی داغِ مفارقت دے گئے غالباً ایک ہی فرزند تھے اور عین عالم شباب میں بظاہر یہ تبلیغی جماعت کیلئے ایک بڑا سانحہ ہے۔ بالخصوص مخدوم العلماء لبقیۃ السلف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری حال مہاجر مدینہ طیبہ کیلئے مگر یہاں بھی خداوند کریم کی وہی شان بے نیازی اور اس کے اندر مخفی ہزارہا حکمتیں ان سب کیلئے سامان صبر وتسکین بن سکیں گی۔ اور انشاء اللہ مولانا محمد الیاس مرحوم کے فیض روحانی ذریت کے ذریعہ چہار دانگ عالم میں جاری رہے گا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
۱۷ رمضان یوم بدر

تبرکات — حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ دیوبندی

نعت

# ختم رسل و نجم سبل صبح ہدایت

## قادیانیت کے بارہ میں آخری وصیت کی مجلس میں

محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ کی جس وصیت اور تقریر کا آپ نے پچھلے شمارہ میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ گنہگار اس تقریر میں حاضر تھا۔ اور عالم ناسوت میں محدث کبیر کا یہ آخری جمعہ تھا۔ جس میں شرکت تحریہ کی سعادت اس گنہگار نے بھی حاصل کی۔ الحمدللہ

حضرت قدس سرہٗ سخت علیل تھے۔ خطاب کے بعد ایک نعت آبدیدہ ہوکر پڑھی۔ ازدیاد حب نبوی کے لئے بھیج رہا ہوں۔ اگر بہتر سمجھیں تو الحق کے کسی شمارہ میں شائع کردیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا تخلص احقر تھا۔ مگر کبھی کبھی انورؔ بھی ارشاد فرما دیتے۔ اس شعر میں مصرع ثانی کی مناسبت سے انور ارشاد فرمایا۔ (قاضی محمد زاہد الحسینی۔ کیمبل پور)

★

اے آں کہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری — باراں صفت و بحر سمت ابر مطیری

معراج تو کرسی شدہ و سبع سماوات — فرش قدمت عرش بریں سدرہ سریری

بر فرق جہاں پایۂ پائے تو شدہ ثبت — ہم صدر کبیری و ہم بدر منیری

ختم رسل و نجم سبل صبح ہدایت — حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری

آدم بصعد محشر و ذریت آدم — در ظل لوایت کہ امامی و امیری

یکتا کہ بود مرکز ہر دائرہ یکتا — تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری

ادراک بختم ست و کمال ست بختم — عبرت بخواتیم کہ در دور اخیری

امی لقب و ماہ عرب مرکز ایماں — ہر علم و عمل را تو مداری و مدیری

عالم ہمہ یک شخص کبیر ست کہ اجمال — تفصیل نمودند دریں دیدہ سدیری

ترتیب کہ رتبی است چو واکردہ نمودند — در عرصۂ اسراء تو خطیبی و سفیری

حق است و حقے ہست چو ممتاز ز باطل — آں دیں نبی ہست اگر پاک ضمیری
آیات رسل بودہ ہمہ بہتر و برتر — آیات تو قرآں، ہمہ دانی ہمہ گیری
آں عقدۂ تقدیر کہ از کسب نہ شد حل — حرف تو کشودہ کہ خبیری و بصیری
کا نزا کہ جزا خواندۂ آں عین عمل ہست — بگذر ز حقاف و نگر آنچہ پذیری
اے ختم رسل امت تو خیر امم بود — چوں ثمرہ کہ آید ہمہ در فصل نضیری
کس نیست ازیں امت تو آں کہ چو انور — بارو سیہ آمدہ و موسے زریری

## مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیو ٹاؤن، کراچی

مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں کچھ عرصہ سے تخصص کے مختلف درجات قائم کئے گئے ہیں۔ خاص شرائط کے ساتھ ان کا داخلہ ہوتا ہے۔ نیز ایک جدید نصاب بعض امریکہ و افریقہ کے طلبہ کیلئے جاری کر دیا گیا ہے۔ جس میں تمام علوم عربیہ عربی زبان میں بطور ڈائرکٹ میتھڈ پڑھائے جاتے ہیں۔ دارالاقامہ میں تنگی کی وجہ سے عارضی طور پر علوم دینیہ عربیہ کے ابتدائی چار درجوں کا داخلہ عارضی طور پر بند کیا گیا تھا لیکن طلبہ اور بعض حضرات کے اصرار پر اس کا دوبارہ اجراء کیا جاتا ہے۔ اب تعلیم کے ہشت سالہ نصاب کے تمام درجات کا داخلہ جاری ہوگا۔ داخلہ ۸ شوال سے شروع ہوگا۔ اور ۱۵ شوال کو ختم ہوگا۔

(مولانا محمد یوسف البنوری مہتمم مدرسہ)

## جامعہ ضیاء العلوم رجسٹرڈ، بیگم پورہ، لاہور کا سالانہ داخلہ

۱۰ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ سے ۲۵ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ تک جاری رہے گا۔ رہائش، خوراک اور طبی امداد کا بہترین انتظام ہے۔

المعلن :- مولانا لطیف الرحمن۔ (فاضل دارالعلوم حقانیہ) مہتمم جامعہ

# مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم

"علمی اور مطالعاتی زندگی کے بارہ میں سوالنامہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری مدظلہ کی خدمت میں بھی بھیجا گیا تھا۔ پیش نظر مضمون جو کچھ عرصہ قبل لکھا گیا ہے میں اس سوالنامہ کی ایک شق پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے ہم اسے یہاں شائع کر رہے ہیں ـــــــــ" ادارہ

---

عرصہ دراز سے دینی حلقوں میں مسئلہ نصاب تعلیم زیر بحث ہے اور شدت سے یہ احساس ہو رہا ہے کہ موجودہ مدارس دینیہ عربیہ کا مروجہ نصاب قابل ترمیم ہے اور مسائل حاضرہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے یہ نصاب کافی نہیں، امت کے مصالح اور وقت کے تقاضے اس سے پورے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بہت سے ابنائے عصر اور جدید تعلیم یافتہ قدیم نصاب کی افادیت ہی سے منکر ہیں، یہاں تک کہ بعض غیر سنجیدہ دماغ تو ان علمی درسگاہوں کے وجود کو بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

جہاں تک اصل موضوع بحث کا تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ وقت کی دوسری اہم ضرورتوں کی طرح یہ مسئلہ بھی اہم اور بے حد توجہ کا مستحق ہے۔ زمانہ بدل گیا، خیالات بدل گئے، قوموں کی نفسیات بھی تبدیل ہو گئیں، سائنس کی ترقیات نے معاشیات و اقتصادیات کی نئی راہیں کھول دیں فقہ اسلامی کے ابواب میں تمدن حاضر کے بہت سے جدید ابواب کا اضافہ ہوا، ممالک خارجیہ سے تجارت درآمد کے نئے وسائل اور بینکوں کے نظام نے اسلامی نقطۂ نگاہ یا شرعی نظام کے راستے میں بہت سے پیچیدہ مسائل پیدا کر دئے، نئے افکار و خیالات جدید معتقدات اور مختلف علمی و دینی فتنوں نے

جدید علم کلام کی اہمیت اور واضح کردی۔ یہ خیالات سب درست اور بجا ہیں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ جل ذکرہ نے بھی باوجود اپنی قدرت لامحدود اور علم محیط کے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں وقت کے تقاضوں کی رعایت فرمائی۔ عہد ابراہیمی میں صابئین بابل و نینوی کے طبیعین کا عروج تھا، اس لئے ابراہیم علیہ السلام کو معجزہ بھی ایسا ہی عطا ہوا کہ صابئین اور طبیعین کے لئے باعث حیرت و اعجاز ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں سحر و شعبدہ بازی اور اس قسم کے فنون کا عام چرچا تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یونانی اطبا اور ان کے حیرت انگیز معالجات کا دور دورہ تھا۔ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اگر سرزمین عرب میں فصاحت و بلاغت، قوت بیانی، شعر و خطابت کا شہرہ تھا۔ تو ایران میں خسروانہ کروفر و ایرانی تہذیب کا دل ربا منظر تھا، اور روما الکبریٰ میں بازنطینی نظام و آئین کارفرما تھا، لیکن دنیا نے دیکھا اور بڑی حیرت سے دیکھا کہ ان طاغوتی طاقتوں کو رب العلمین کے بندوں کی معجزانہ کارفرمائیوں نے کیسی فاش شکست دے دی اور رب العلمین نے کیسے فصیح و بلیغ معجزانہ اسلوب و بیان میں کیسا محیر العقول دستور اور مکارم اخلاق کا کیسا جامع ترین نظام نامہ حیات نازل فرمایا۔

اور پھر اسلام کی علمی تاریخ میں آپ دیکھیں کہ ہمارے صالحین نے ہر دور میں وقت کے تقاضوں اور امت کی مصلحتوں کا کیسے خیال کیا۔ بلاشبہ اب بھی اسکی تقلید کرنے کی ضرورت ہے اور صحیح ضرورت ہے۔ عصری علوم کی ضرورت اور معاشی و اقتصادی و سیاسی مشکلات کی عقدہ کشائی کے سوال کی اہمیت بھی واضح ہے۔ لیکن تعلیم قرآن، درس حدیث اور علوم عربیہ وغیرہ قدیم علوم و معارف کی جتنی اہمیت اب ہونی چاہئے شاید ہی کسی دور میں اہمیت سمجھی گئی ہو۔ کسی مفید اور نافع علاج کی اہمیت اسی وقت زیادہ محسوس ہونی چاہئے جبکہ مرض عام ہو اور ضرورت شدید ہو۔ ہماری انہی دینی درسگاہوں سے اسی صدی میں ایسے ایسے اکابر اور امت کے ایسے ایسے رہنما پیدا ہوئے کہ تاریخ بجا طور پر ان پر فخر کرے گی۔ اور دنیائے اسلام کی علمی تاریخ میں ان حضرات کے اسماء گرامی بہت جلی حروف میں لکھے جائیں گے۔

**ایک غلط فہمی کا ازالہ** | قدیم نصاب پر ایک بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ حضرات سارے علوم عربیہ پڑھ لینے کے بعد عربی گفتگو پر قادر نہیں ہوتے، کتنے علماء کے اسماء گرامی پیش کئے جا سکتے ہیں جو بلا تکلف فصیح ترین عربی لب و لہجہ میں گفتگو کی مقدرت رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بولنا خاص ممارست و تمرین و مشق پر موقوف ہے۔ ہم نے ممالک اسلامیہ بلکہ خاص قاہرہ و مصر کے بہت سے علماء کو دیکھا کہ وہ فصیح و صحیح عربی پر ارتجالاً پوری قدرت نہیں رکھتے، بلکہ بعض بہترین لکھنے والے ادباء

کو دیکھا کہ وہ بلا تکلف فصیح علمی زبان بولنے پر قادر نہیں جیسے وہ لکھتے ہیں بلکہ عام مروجہ عامیانہ زبان استعمال کرتے ہیں۔

تیسری چیز یہ کہ عربی علوم کو لسانیات کے طرزِ تعلیم پر نہیں پڑھایا جاتا بلکہ کتابیں علوم سکھانے کے لئے پڑھائی جاتی ہیں۔ اسی لئے ہمارے عربی نصاب کے ابتدائی درجات میں متعدد کتابیں صرف و نحو کی فارسی میں پڑھائی جاتی ہیں۔ الغرض یہ کہ علوم کو درجۂ اولیٰ میں رکھا گیا ہے۔ اور لسانیات کو ثانوی درجہ بلکہ ضمنی درجہ دیا گیا۔ اس لئے جو عربی بولنے لکھنے کو مقاصد میں شمار نہیں کیا گیا تھا۔ بہرحال یہ ایک نقطۂ نگاہ کا فرق تھا۔ انگریزی تعلیم میں زبان کو پہلے درجہ پر رکھا گیا اور جو اسلوبِ تعلیم زبان کے لئے مناسب ہو سکتا تھا، وہی اختیار کیا گیا اور پھر دنیا میں جو تہذیبی مسائل اس کے لئے تھے وہ اس پر مستزاد ہے بے شک اب وقت کے تقاضوں کے پیش نظر اس اسلوب کو بدلنے اور عربی زبان کی تعلیم مقاصد میں شامل کرکے پہلے درجہ پر رکھنے کی ضرورت ہے۔

**قدیم مروجہ نصاب پر ناقدانہ نظر اور اس کی خصوصیات ....** اس سے پہلے کہ ان وجوہ تنقید کا ذکر کیا جائے جو مروجہ نصاب مدارسِ عربیہ پر ہو سکتے ہیں، یہ گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اصل قصور نصاب کا نہیں بلکہ اسلوبِ تعلیم و منہاجِ تدریس کا ہے۔ نصاب کیسا بھی ہو اگر طرزِ تعلیم و طریقۂ تربیت کی اصلاح کی کوشش ہوتی تو یقیناً عام طور سے جو نقائص محسوس ہوتے ہیں، یہ نہ ہوتے مروجہ نصاب جس کو درس نظامی کہا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ تو چند صدیوں سے اصلاح و ترمیم کے بعد کی ایک مکمل صورت ہے۔ اس ملک کے مختلف ادوار میں کیا کیا نصاب رہا، اس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں اور زیادہ تر مقصد اس نصاب کا یہ تھا کہ اس کے پڑھنے سے سارے علوم نقلیہ و عقلیہ میں بحث و نظر اور تحقیق و تدقیق کے اعتبار سے صحیح رخ پیدا ہو جائے اور قوی استعداد و قابلیت میسر آئے۔ یہ کبھی مقصد نہیں رہا کہ یہ درس اور یہ نصاب ان علوم کی آخری معلومات اور تفصیلی ابحاث کے لئے بھی کافی ہے، لیکن اس میں شک نہیں اور بلاخوفِ تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس قدیم نصاب کا واقعی فاضل اور فارغ التحصیل ہر مشکل سے مشکل نظریہ اور جدید مسائل اور جدید علوم کو سمجھنے کی پوری قابلیت و اہلیت رکھتا ہے۔ بطور مثال یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ قدیم بطلیموسی یا فیثاغورسی علم ہیئت سمجھنے والا آج بھی یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ محض مطالعہ سے جدید ہیئت و جدید فلسفہ و سائنس کو سمجھے اور صرف مطالعہ سے ان مشکلات سے عہدہ برآ ہو۔ کیا شرح چغمنی، صدرا، شمس بازغہ اور شرح اشارات سمجھنے والا یہ قابلیت نہیں رکھتا کہ جدید طبیعات و ریاضیات کی جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں انہیں سمجھ سکے؟ یقیناً رکھتا ہے۔

کیا غزالی اور ابن رشد کی تہافۃ الفلاسفہ کو سمجھنے والا ان جدید تالیفات کو نہیں سمجھے گا، یقیناً سمجھے گا اگر قصور ہے تو مطالعہ کا ہے اور نقص ہے تو توجہ نہ کرنے کا بلکہ ان جدید کتابوں کا اسلوب اتنا شگفتہ اور بیان اتنا واضح و دلکش ہوتا ہے کہ اس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی، ہم نے دیکھا کہ جب مصر سے الدروس الاولیۃ فی الفلسفۃ الطبیعیۃ چھپ کر آگئی تو حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندیؒ نے اساتذہ دارالعلوم کو پڑھائی تاکہ جدید طبیعیات سے ابتدائی واقفیت ان حضرات کو بھی ہو جائے اور ہم نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو صرف مطالعہ ہی سے ان جدید علوم ریاضیات و طبیعیات کی اتنی ہی معلومات تھیں جتنی کسی فن کے ماہر و متخصص ہی کو ہو سکتی ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض نظریات یا تحقیقات جو اب تک انگریزی یا جرمنی وغیرہ یورپ کی زبانوں سے عربی میں منتقل نہیں ہوئے ان کا علم بغیر ان زبانوں کے حصول کے نہ ہو سکے۔ لیکن اس میں قصور فن یا استعداد کا نہیں بلکہ زبان کا ہوگا۔

غرض یہ کہ جہاں تک قابلیت و استعداد کا تعلق ہے۔ سابقہ نصاب سے زیادہ معیاری نصاب شاید ہی پیش کیا جا سکے۔ اگر صحیح طریقہ سے سمجھ کر ان علوم کو اور ان سارے فنون کو حاصل کیا جاوے تو ایک غبی ذکی فاضل بن سکتا ہے۔ اور ذکی شخص ایک محقق روزگار بن سکتا ہے، اگر کسی کی تحصیل ہی ناقص ہے، جملہ علوم و فنون حاصل ہی نہ کئے تو نصاب کا کیا قصور !!

سوال تو یہ ہے کہ ان قدیم علوم و فنون کو اور اس نصاب کو کسی نے باقاعدہ حاصل کیا اور صحیح معنے میں تکمیل کی تو یقیناً جو جامعیت دقت نظر اور رسوخ فے العلم اسے حاصل ہوگا، اسکی نظیر کہیں اور مشکل سے ملے گی۔ بہر حال جو کچھ عرض کیا گیا اس کے صحیح ہونے کے باوجود عربی مدارس کے نصاب تعلیم کی تجدید و ترمیم و اصلاح کی ضرورت ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ اپنے زمانے میں کافی نہ تھا یا صحیح استعداد پیدا کرنے سے قاصر تھا، بلکہ مزید علوم جدیدہ یا معلومات عامہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے، وقت کے تقاضے بدل گئے، طبیعتوں کے سانچے بدل گئے اذواق و افکار میں فرق آگیا، عبارتی دقت اور موشگافی کیلئے مزاجوں میں صلاحیت نہیں رہی۔ اب بہت اختصار کے ساتھ ان نقطوں کو پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے یہ تبدیلی یا ترمیم ضروری ہے۔

مدارس دینیہ عربیہ میں اس وقت جو نصاب تعلیم رائج ہے، حدیث و فقہ کی چند کتابوں کو مستثنےٰ کرنے کے بعد زیادہ تر ساتویں صدی ہجری اور اس کے بعد کے قرون کی یادگار ہے۔ جہاں سے صحیح معنے میں علمی انحطاط کا دور شروع ہو چکا تھا۔ قدماء امت کی وہ تالیفات جن میں علم کی روح موجود

تھی، عبارت سلیس و شگفتہ، مسائل و قواعد واضح، جن میں نہ عبارتی تعقیدات تھیں، نہ دور از کار الجھاؤ۔ جن کے پڑھنے سے صحیح معنے میں دل و دماغ متاثر ہو سکتے تھے، نہ وقت ضائع ہوتا تھا، نہ دماغ پر بوجھ کا خطرہ ہوتا تھا، ان کی جگہ ایسی کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں سب سے زیادہ کمال اختصار نویسی کو سمجھا گیا، زیادہ زور لفظی بحثوں پر دیا گیا لفظی موشگافیاں شروع ہوئیں، یوں اگر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ کاغذ تو کم خرچ کیا گیا، لیکن وقت و دماغ کو اس کے حل پر زیادہ صرف کیا گیا۔ بڑا کمال یہی سمجھا گیا کہ عبارت ایسی دقیق و غامض ہو جس کے لئے شرح و حاشیہ کی ضرورت ہو، کئی کئی توجیہات کے بغیر حل نہ ہو، آخر یہ علمی عیاشی نہیں تو اور کیا ہے۔ میرے ناقص خیال میں یہ علم کا سب سے بڑا فتنہ تھا، جس سے علوم اور اسلامی معارف کو بڑا نقصان پہنچا۔ بطور مثال اسلامی علوم میں اصول فقہ کو لیجئے جو علوم دین اور علوم اجتہاد میں ایک لطیف ترین اور اہم ترین فن ہے، جو قرآن و سنت سے نئے نئے استنباطات کے لئے سب سے اہم راستہ تھا جس کی باقاعدہ تدوین کا فخر دولت عباسیہ کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ کو حاصل ہے۔ اور اصحاب میں ان کے بعد سب سے پہلی کتاب امام محمد ابن ادریس الشافعی کی کتاب الرسالہ ہے جو عرصہ ہوا کہ مصر میں کتاب الام کے ساتھ چھپ چکی تھی اور اب کچھ عرصہ ہوا بہت آب و تاب سے دوبارہ قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ اسی فن میں امام ابوبکر رازی جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) نے کتاب الفصول فی الاصول لکھی جس کا ایک عمدہ نسخہ دار الکتب المصریہ قاہرہ میں موجود ہے، اور جس کی نقل راقم الحروف کے توسط سے مجلس علمی ڈابھیل۔ حال کراچی کے لئے ہندوستان و پاکستان آئی۔ امام فخر الاسلام بزدوی نے کتاب الاصول لکھی جس کی عمدہ ترین شرح عبد العزیز بخاری کی ہے جو ترکی کے سابق دار الخلافہ سے دو دفعہ شائع ہوئی اور جس کی محیر العقول عظیم ترین شرح امیر کاتب عمید الدین اتقانی کی "الشامل" دس جلدوں میں دار الکتب المصریہ قاہرہ میں موجود ہے۔ اور اس کا ایک نسخہ استنبول کے کتب خانہ فیض اللہ آفندی میں ہے، لیکن افسوس کہ دونوں جگہ ابتدائی دو ڈھائی جز کا نقص ہے۔ اس کی نقل بھی راقم الحروف کے توسط سے مجلس علمی میں آ چکی ہے۔ امام شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الاصول لکھی جس کے نسخے ترکی و مصر میں موجود ہیں، یہ اور اس کے علاوہ اس فن میں متقدمین کی عمدہ و نافع کتابیں ہیں۔ امام حجۃ الاسلام غزالی کی "الاصول" اس فن کی عمدہ کتاب ہے اور اس کے علاوہ اس فن میں امام ابو زید دبوسی کی کتاب تقویم الادلہ بے نظیر ہے۔

اب خیال فرمائیے کہ ایسی نادرۂ روزگار کتابوں کی جگہ امام ابن ہمام کی "تحریر الاصول" اور ابن حاجب کی مختصر الاصول اور بیضاوی کی منہاج الاصول یا ابوالبرکات نسفی کی منار الاصول یا صدر الشریعہ کی تنقیح الاصول

نے لی۔ اگر تحریر الاصول کی شرح التحبیر والتقریر ابن امیر الحاج کی نہ ہو یا التیسیر ابن امیر بخاری کی نہ ہو اور قاضی بیضاوی منہاج شرح الاسنوی کی نہ ہو تو یہ چیستانیں احست کے کیا کام آسکتی ہیں۔؟ یہ مانا کہ ان میں کچھ دقیق و لطیف ان کے مختارات یا خصوصی ابحاث بھی ہیں، لیکن دوسری طرف مہاحث جس تعبیر میں ادا ہوئی ہیں وہ کوئی علمی روح پیدا کرنے کے لئے مفید نہیں ہوسکتیں۔

اسی طرح صرف و نحو، معانی، بیان، منطق، فلسفہ، فقہ و تفسیر ادب وغیرہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہی حاصل نکلے گا۔ مروجہ درسیات میں ایسی کتابیں داخل ہیں جن میں پوری داد تدقیق دی گئی اور ایجاز و اختصار کا ریکارڈ قائم کیا گیا ہے۔

بیشک ذہن کی جلاء، دقت نظر اور موشگافی کے کمال کو حاصل کرنے کے لئے یہ موزوں ترین ہوں تو ہوں، لیکن عہد حاضر میں ان کے جو نقائص محسوس ہوئے ہیں۔ ان میں سے بطور مثال چند پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ان کتابوں میں زیادہ تر وقت لفظی مباحث اور عبارتی موشگافیوں پر خرچ ہوتا ہے۔

۲۔ فن کے قواعد اور مسائل کے یاد کرنے کی بجائے مصنف کے مقصد سمجھنے پر وقت ضائع ہوتا ہے۔

۳۔ فن کے قواعد اور مسائل یاد ہو جانے سے جو ایک اعلیٰ سلیقہ اور ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ اور جو ایک خاص قسم کی بصیرت حاصل ہونی چاہئے۔ ان مختصرات سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

۴۔ صرف ان کا پڑھنے اور پڑھانے والا بہت مشکل سے اس فن کا محقق و بالبصیرت عالم بن سکتا ہے۔ مدرس کا سارا وقت اس لفظی اور عبارتی تعقیدات کی نذر ہو جاتا ہے اور اس میں نکتہ آفرینی کو کمال سمجھنے لگتا ہے۔ اس کو اتنی فرصت ہی نہیں مل سکتی کہ اس فن کی امہات اور اساسی تصنیفات کا مطالعہ کر سکے۔

۵۔ مشکل پسندی کا ذوق ختم ہو چکا ہے۔ صرف و نحو کے مسائل میں فقہ و اصول کی عبارات میں، ہیئت و ریاضی کی مثالوں کے قائم کرنے کا دور گزر چکا ہے۔

۶۔ بہت سے دیندار حضرات کو ان علوم اسلامیہ کے حاصل کرنے کا شوق دامنگیر ہوتا ہے۔ لیکن جب ان مشکلات کا احساس ہوتا ہے تو گھبرا کر مجبوراً اپنے ارادہ کو شرمندۂ عمل نہیں کر سکتے۔

۷۔ جو شخص ذکی الطبع اور ذہین نہ ہو یا محنتی نہ ہو وہ ان کتابوں سے مستفید نہیں ہوسکتا۔

۸۔ متن اور اس پر شرح اور پھر شرح کا حاشیہ یہ اسلوب عصر حاضر کے ذوق کے بالکل خلاف ہے۔

۹۔ ان کتابوں میں اختصار کی وجہ سے فن کے بہت اہم مسائل اور جزئیات نہیں آسکے اور جتنے آسکے اختصار کی وجہ سے اس کے اطراف و جوانب اتنے واضح نہ ہوسکے۔

۱۰۔ علم کلام جدید، فلسفۂ جدید، علم الاقتصاد، اور بعض جدید علوم سے قدیم نصاب کا دامن خالی ہے۔

اور آج اسکی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ جس طرح پہلے جہمیہ، حشویہ، خوارج، معتزلہ و قدریہ صحیح مسلک سے ہٹے ہوئے اور باطل فرقے پیدا ہوئے تھے اور جس طرح ان کے عقائد اور ان کی تردید دین کا اہم جز تھا، اسی طرح آج لادینی نظام حیات اشتراکیت و سطائیت وغیرہ کے مسائل پر قواعد اسلام کے پیش نظر، نقد و تبصرہ دین کا اہم جزو ہے۔ آج اگر ہمارے اسلاف زندہ ہوتے تو جس طرح اس وقت فرق باطلہ کی تحقیق و تنقیح کے بعد امت کے لئے اسلحہ تیار کر کے دے چکے تھے اسی طرح آج بھی جدید اسلحہ دفاع کے لئے تیار کرتے اور علوم کا بیش بہا اضافہ فرماتے۔

اس ضمن میں سرسری طور پر چند موٹی موٹی باتیں عرض کی گئی ہیں۔ اگر ہم ان اشارات کو اور اختصار سے پیش کرنا چاہیں تو اس کا خلاصہ دو چیزیں ہیں،

(الف) قدیم علوم کی کتابوں میں اکثر مروجہ کتابوں کی تبدیلی

(ب) جدید علوم کا اضافہ

اگر غور کیا جائے تو ہمارے مدارس میں بیس بائیس علوم کی تقریباً سو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن پر کم از کم آٹھ سال کا عرصہ لگتا ہے۔ ان پر جہاں تک راقم الحروف نے غور کیا بمشکل دس کتابیں ایسی ہیں جن کا ہمیں بدل نہیں ملے گا۔ بقیہ سب کا نعم البدل قدماہی کی کتابوں میں مل سکتا ہے۔ ہم ان قدیم علوم کو ہٹانا نہیں چاہتے بلکہ ان علوم میں صحیح مہارت و قابلیت پیدا کرنے کے لئے بہتر کتابوں کو داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی ہم اس سلسلہ میں "تجدد" نہیں بلکہ "تقادم" چاہتے ہیں۔ اور یہ ان علوم اسلامی کی خیر خواہی کے لئے چاہتے ہیں، اور امت حاضرہ کے مفاد کے پیش نظر یہ خواہش رکھتے ہیں۔

اب میں جن نقطوں کے پیش نظر جن خطوط پر جدید نصاب کی بنیاد یا قدیم نصاب کی ترمیم کا خواہش مند ہوں ان کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

**جدید نصاب تعلیم کی ضرورت اور اسکی خصوصیات** | جدید نصاب تعلیم میں جو بنیادی خطوط ہیں میرے ناقص خیال میں اس کے تین نقطے ہیں۔

(الف) تخفیف:۔ یعنی نصاب مختصر ہو جس کی فراغت و حصول میں بہت زیادہ عرصہ کی ضرورت نہ ہو۔

(ب) تیسیر:۔ یعنی نصاب میں مندرجہ کتابیں سہل و سلیس زبان میں ہوں، پیچیدہ و دقیق نہ ہوں۔

(ج) محو و اثبات یا اصلاح و ترمیم:۔ یعنی بعض غیر اہم فنون کو ساقط کر کے جدید مفید علوم کا اضافہ۔

پہلے نقطے کی تشریح | نصاب جتنا مختصر ہوگا اس کے طالبین و شائقین میں حصول کا جذبہ زیادہ پیدا ہوگا۔ یہ درست ہے کہ مختصر نصاب سے بعض اوقات ہر طبیعت پوری طرح مستفید نہ ہو سکے گی۔ لیکن اسکی تلافی کے لئے ایک مشترکہ عام نصاب کے بعد تخصص و تکمیل (ڈاکٹریٹ) کے درجات مقرر کئے جائیں، جس کو جس فن سے زیادہ مناسبت ہو یا طبعی رجحان ہو اسکو وہ حاصل کر کے فن کا ماہر خصوصی بن سکے گا۔ مصر کے جامع ازہر نے جدید نظام تعلیم میں انہی اصولوں کا خیال کیا ہے۔ اور جامع ازہر کے جدید نظام تعلیم میں تین کلیات (کالج) ہیں۔ (۱) کلیۃ اصول الدین۔ (۲) کلیۃ الشریعۃ۔ (۳) کلیۃ الآداب۔ پھر ہر کلیہ میں کچھ درجات تخصص (ڈاکٹریٹ) کے رکھے ہیں۔

میرے خیال میں تخصص و تکمیل کے لئے حسب ذیل درجات ہونے چاہئیں۔

(۱) التخصص فی علوم القرآن والتفسیر (۲) التخصص فی علوم الحدیث۔ (۳) التخصص فی الادب والتاریخ۔ (۴) التخصص فی الفقہ واصول الفقہ والقضاء والافتاء۔ (۵) التخصص فی علم التوحید والفلسفہ والمعقول (۶) التخصص فی علم المعیشۃ والاقتصاد (۷) التخصص فی علم الاخلاق والتصوف۔

سہ سالہ مختصر نصاب | اس ضمن میں میری ایک خواہش یہ ہے کہ ہمارے مرکزی مدارس میں جہاں علمی نصاب و علمی تحقیقات کے لئے کوشش ہو اس کے ساتھ ایک ایسا مختصر نصاب ان حضرات کے لئے مقرر کیا جائے جو انگریزی تعلیم سے بقدر ضرورت فراغت پا چکے ہیں۔ وہ مدرس عالم بننا نہیں چاہتے بلکہ صرف اپنی دینی ضرورت کے پیش نظر قرآن و حدیث و اسلامی علوم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک سہ سالہ نصاب مقرر کیا جائے، جس میں صرف و نحو، قرآن، حدیث، فقہ و عقائد اور ادب و تاریخ تک علوم شامل ہوں ان کو پڑھ کر عربی زبان میں بولنے اور لکھنے کی قدرت کے ساتھ اپنی ضرورت کو پورا کر سکے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وقت کے اہم تقاضوں میں سے ایک تقاضہ یہ بھی ہے اور بہت سے قلوب میں یہ تڑپ موجود ہے۔ جہاں اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ایک انگریزی گریجوایٹ عالم دین بن سکے۔ اس کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہوگا کہ دینی و دنیوی تعلیم میں جو خلیج حائل ہے اور فریقین ایک دوسرے سے مسلک و خیال میں دو نقطوں پہ الگ الگ ہیں۔ ان میں اجتماع کی خوشگوار صورت پیدا ہوگی۔ اور ایک دوسرے سے قریب ہو جائیں گے۔ اور خیالی و وہمی بدگمانیوں میں جو ہر فریق مبتلا ہے۔ یہ اختلاف بھی ختم ہو جائے گا۔ اسلئے اب ہمیں تین نصابوں کی ضرورت ہوگی۔ (۱) ایک مدرس عالم کے لئے نصاب۔ (۲) دوسرا ماہر خصوصی

کے لئے نصاب۔ (۳) تیسرا صرف دینی ضرورت کے لئے عالم بننے کا نصاب۔

دوسرے نقطے کی تشریح | دوسرا نقطہ تیسیر کا تھا۔ اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ ہر زمانے کا ایک خاص مزاج اور خاص ذوق ہوتا ہے۔ جب علم کی صحیح ترقی ختم ہوگئی یا رک گئی یا یوں کہئے کہ معراج کمال تک ان علوم اسلامیہ اور مبادی علوم کا معیار جب بلند ہوا تو طبعی طور پر انحطاط لازمی تھا، اب سارا زور دکمال تالیف کا معیار قواعد کی تلخیص، مسائل کی تنقیح عبارت آرائی، متن نویسی وایجاز طرازی اختصار کے نئے نئے اسلوب، لفظی موشگافی وغیرہ قرار پایا۔ علمی مسابقت کا میدان بھی بن گیا منظوم قواعد تیار ہونے لگے۔ مبادی و وسائل مقاصد بن گئے۔ علوم عربیت کا مقصد قرآن وحدیث کے لغوی ترکیبی اور اعرابی مشکلات کا حل تھا۔ لیکن آگے چل کر یہ مبادی خود مقاصد بن گئے قرآن وحدیث کی تراکیب اپنی جگہ رہیں خود ان کتابوں کے مسائل وعبارات مرکز توجہ بن گئے۔ ابن حاجب کے کافیہ کو لیجئے جس کی پچاس سے زیادہ شرحیں لکھی گئیں، پھر شرح ملا جامی جو ان شروح میں سے ایک شرح ہے۔ اس کے حواشی اور شروح کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ اس پر اسکی شرح عبدالغفور کو لیجئے، پھر اس کا تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور ان دونوں کی شرح "دافع التوہمات" کو دیکھئے، اسی طرح ابن مالک کی "الفیہ" اس کی شروح اور ان میں سے شرح "اشمونی" اور پھر اس کی شرح "صبان" سات ضخیم مجلدات میں دیکھئے کہ ساری عمر انہی کے مطالعہ کی نذر ہو جائے۔ آخر غور کیا جائے کیا یہ مبادی واقعی اتنی توجہ کے مستحق تھے! بہر حال جو کچھ ہوا ایک خاص دور کا تقاضا تھا اور ذوق طلب تھا۔ جو پورا ہو گیا۔

اسی طرح بقیہ علوم وبقیہ کتب کی حالت کو قیاس کر لیجئے۔ اب نہ تو طبائع میں وہ جولانی رہی اور نہ وہ جفاکشی، محنت وعرق ریزی کی صلاحیت دماغوں میں رہی، نہ وہ فرصت وطمانیت رہی اور سب سے بڑی بات یہ کہ نہ اسکی حاجت رہی مشکل پسندی سے نکہ اکتانے لگی، جدید کتابیں لکھی گئیں، ادبیہ وانشاء کا طرز واسلوب بدل گیا؛ قدما کی کتابیں پریس میں آنے لگیں اہل عصر نے ہمت کر کے ذوق عصری کی تشنگی کے لئے جدید سانچوں میں ضیافت طبع کی خاطر عمدہ تصنیفات پیش کیں۔ اس ماحول میں اگر ہم اب بھی ان غیر اہم وسائل پر جمے رہیں گے تو علوم اسلامیہ سے توجہات ہٹ جائیں گی اور ہمارا یہ طرز عمل ہمارے اکابر وسلف کی اس "تراث فاخرہ" اور اس علمی ثروت وسرمایہ کو فنا کے گھاٹ اتار دیگا۔

یہ درحقیقت علم کی خیر خواہی نہیں۔ بلکہ نادان دوست کا سا طرز عمل ہوگا، کیا فقہ اسلامی میں کنز الدقائق، وقایہ، نقایہ اور شرح وقایہ کے بہترین بدل اسلاف ہی کی کتابوں میں موجود نہیں، کیا جامع صغیر، جامع کبیر وغیرہ براہ راست مدون فقہ امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتابیں ہر حیثیت سے جامع نہیں ہیں؟ ان میں

جو علم اور برکت ہو گی وہ ان متاخرین کی کتابوں میں کہاں سے ملے گی۔ میرے ناقص خیال میں کتب فقہ میں نور الایضاح، قدوری اور ہدایہ کے علاوہ بقیہ سب قابل تبدیلی ہیں۔

دیکھئے فلسفہ، منطق اور کلام کو لیجئے، امام حجۃ الاسلام غزالی کے چند رسائل محک النظر، معیار العلم مقاصد الفلاسفہ الاقتصاد فی الاعتقاد، وغیرہ وغیرہ کے پڑھنے سے وہ مہارت پیدا ہو سکتی جو مشکل ان بڑی دقیق وطویل کتابوں سے حاصل ہو گی، غزالی کی حسن تعبیر، تفہیم اور حل مشکلات کی فوق العادۃ قدرت کا کیا دنیا کے مسلّمات میں شمار نہیں۔؟ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض مسائل فن کے غیر مذکور ہوں اور بعض غیر منقح ہوں، لیکن جتنے مذکور ہیں ان سے جتنی مہارت ومناسبت انشراح صدر واطمینان قلب حاصل ہو سکتا ہے، متاخرین کی اکثر کتابوں میں وہ روح کبھی نہیں مل سکتی۔ امام رازی، جو منطق وفلسفہ کے سب سے بڑے امام ہیں ان کی کتابیں نہایت سلیس شگفتہ عبارت میں امت کی جو رہنمائی وعقدہ کشائی کر سکتی ہیں وہ متاخرین کی کتابیں کبھی نہیں کر سکتیں۔ امام رازی کے لباب الاشارات، المحصل والاربعین کو دیکھئے۔ مصنف کو دل سے دعا دیجئے۔ کیا مشکلات کو مشکل تر بنانا یہ کمال ہے، یا مشکلات کو آسان بنا کر امت کے سامنے پیش کرنا کمال ہے۔ یہ صرف چند مثالیں ناظرین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ بہرحال تیسیر کو اختیار کرنا نہ صرف وقت کا اہم تقاضا اور امت حاضرہ کی اہم ضرورت ہے بلکہ علوم اسلامیہ کی صحیح خدمت ہے۔ اور علوم سے پہلے دین اسلام کی خدمت ہے۔

فرض کیجئے کہ ہم نے کاغذ بچا کر ایک صفحہ میں اتنے اختصار کے ساتھ کسی مضمون کو ادا کیا جسکی تفصیل چند ورق میں ہو سکتی ہے، لیکن اس کے پڑھانے کے لئے مدرس کو ایک گھنٹہ کا وقت دینا پڑا اور کافی تمہید وتشریح کے بعد وہ مشکل حل ہوا، لیکن یہاں تشریح دماغ سے غائب ہوتی مضمون بدستور چیستاں رہا۔ اگر اس کے بجائے وہ مضمون دو صفحات میں ادا کیا جاتا اور سرسری نظر میں ذہن نشین ہو جاتا تو بتایئے کون سا طریقہ بہتر ہوتا۔؟ غور فرمائیں بلاشبہ کاغذ روشنائی تو زیادہ خرچ ہوتی، لیکن وقت اور دماغ کم خرچ ہوا، گویا ہم نے اختصارات وایجازات سے کاغذ پر تو رحم کیا لیکن دماغ جیسے لطیف جوہر اور وقت جیسے گرانمایہ سرمایہ کو بے دردی سے خرچ کیا۔ کیا غزالی ورازی، تقی الدین ابن دقیق العید، عز الدین ابن عبد السلام، ابن تیمیہ، ابن القیم جیسے افراد روزگار محققین ان چیستانوں کی بدولت اذکیاء امت میں شمار ہوئے ہیں۔ کیا ان بزرگوں کی کتابوں میں ان متاخرین یا قرون وسطیٰ کے مشکل پسند طرز تعبیر کا کہیں پتہ ملتا ہے۔؟ ——— داستان طویل اور دردناک ہے، حاصل وہی ہے جو گذشتہ سطور میں پیش کیا گیا۔

(باقی آئندہ)

# مسلمانوں کی
## تین بڑی ذمہ داریاں

تعلیم — تبلیغ — جہاد

تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

کا

# خطاب

شعبان میں حضرت مدظلہ، تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے مدرسہ عربیہ کے معائنہ اور امتحانات کیلئے تشریف لے گئے، مدرسہ میں مقیم طلباء علوم دینیہ سے حسب ذیل مختصر خطاب فرمایا ——— (ادارہ)

---

میرے بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ اس مرکز تبلیغ کو ہمیشہ کیلئے باقی و دائم رکھے اور اسے ترقی عطا فرمائے، مجھ ناچیز کے ساتھ یہ شفقت ہے کہ مجھے باصرار یاد فرماتے ہیں. میں اور میرے رفقاء نے اس دعوت کو باعث عزت وسعادت سمجھ کر قبول کیا کہ یہاں کے فیوض و برکات سے خود بھی فائدہ حاصل کر سکیں۔ محترم بھائیو! دین کی خدمت کے کئی محاذ ہیں ـــ سب سے پہلا محاذ جس میں آپ کو انتہائی کوشش کرنا ہوگی، وہ ہے تعلیم و تعلّم دین استاذ کا کام ہے تعلیم سکھانا اور شاگردوں کا کام ہے تعلّم (سیکھنا) درحقیقت اگر تعلیم و تعلّم نہ ہو تو علم دین فنا ہو جائے گا. علم نہ ہو تو دین کہاں سے آئے گا. ایک شخص نہ نماز جانے نہ اس کے فرض نہ سنت وہ نماز کیسے پڑھے گا. علم دین فنا ہو جائے تو دنیا ہی ختم ہو جائے گی۔ امام بخاری نے علم دین کے زوال کو قیامت کی نشانی قرار دیا کہ علم صحیح ختم ہو۔ تو دنیا تباہ ہو جائے گی۔ سارا ملک دین سے حاصل ہو تو ملک کو اور خود کو تباہ کر دے گی۔ قیامت ایسے جہال اور اشرار الناس ہی پر قائم ہوگی۔ اگر اللہ کے دین کی اشاعت کرے تدریس کرے۔ دین کی خدمت کرے تو دنیا قائم ورنہ قیامت قائم ہو جانے گی۔ اگر مولوی پڑھانا نہیں طالب العلم پڑھنے والا نہیں، یا عالم

ہے۔ مگر طالب العلم نہ ہو تو حب پڑھنے پڑھانے والا نہ ملے تو قیام ساعت یقینی ہے۔ قیامت نام ہے فساد و تباہی کا۔ کہ مقابر، معابد، مساجد، آسمان ستارے سب فنا اور ختم ہو جائیں۔ تو اگر ایک شخص ایک مسجد کو گرا دیتا ہے یا اس کا سبب بنتا ہے تو کتنا بڑا ظالم ہوتا ہے۔ کسی نے پورے گاؤں کو برباد کیا۔ اس سے بڑھ کر ظالم نہیں ہوتا۔ اور اگر ایک شخص نعوذ باللہ خانہ کعبہ کو مسمار کردے تو کتنا بڑا ظالم اور بدبخت ہوگا، تو علم دین اور دین ختم ہو جانے کا سبب بننے والا ساری دنیا۔ اور اس کے سارے عبادت خانوں کی تباہی کا بشکل قیامت سبب بنتا ہے۔ اس لئے تعلیم و تعلم مسلمانوں کے لئے اولین چیز ہے۔

دوسری چیز جو ہماری زندگی کا مقصد ہونا چاہئے، تبلیغ ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔ الخ ارشاد ربانی ہے، تبلیغ کے لئے تبلیغ سے پہلے تعلیم کی ضرورت ہے۔ تبلیغ کسی چیز کے پہنچانے کو کہتے ہیں۔ اور وہ چیز ہے دین جو علم سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ تبلیغی جماعت کے اکابر نے یہ ضرورت محسوس کر لی ہے۔ اگر یہاں اس احاطہ میں مبلغین ہیں تو مبلغین کی اولاد کو قرآن و سنت اور فقہ اور علوم عربی کے حصول کا انتظام بھی کر لیا گیا ہے۔ تاکہ سیکھ کر اور سمجھ کر کر دین کی تبلیغ ہو سکے۔ اس ملک میں انگریز تھا جو چلا گیا مگر انگریزیت اور انگریزی تہذیب و تمدن باقی ہے۔ یہ نتیجہ ہے ان کی تعلیم کا کہ انگریزوں کی تعلیم باقی ہے۔ تو ان کا تمدن بھی پسند ہے۔ اور وہی تعلیم مروج ہے جسے انگریز نے خاص مقاصد کیلئے بنایا تھا۔ دوسری طرف یہ نورانی چیز ہے۔ یہ تبلیغی مراکز یہ اسلامی مدارس اور دینی ادارے ہیں۔ یہاں سے حق کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ یہ بھی برکت ہے تعلیم اور مدارس کی، انگریزوں نے سکھوں نے علماء کو بند کیا، ان پر قبضہ کیا، عیسائیت پھیلانا چاہی۔ مگر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا گنگوہیؒ نے ایک مرکز قائم کیا۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم جس کی برکت سے یہ تعلیم باقی رہی۔ تو علم دین بہت ہی اہم چیز ہے۔ دین کا حاصل کرنا اور پھر اسے دنیا میں پہنچانا ایک فریضہ ہے۔ تنخواہ ملے یا نہ ملے ہم تو خدائی ملازم ہیں۔ رسول اللہؐ نے ایسے لوگوں کو خدائی اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔ دعا کی ہے، نضّر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا کما سمعھا۔ فرمایا جس نے میری ایک حدیث سن کر اسے اچھی طرح یاد کیا۔ پھر اسے اصلی حالت میں اوروں تک پہنچایا، خدا اسے ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے۔ آج اس مرکز سے وفود اور جماعتیں افواج کی طرح نکلتی ہیں۔ یہ سب حضورؐ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کا تیسرا محاذ یہ ہے۔ کہ کفر کی اشاعت میں روڑے اٹکائے جائیں۔ کفر و معصیت کا مقابلہ کیا جائے۔ تو ہم دین سے روکنے والوں سے جہاد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تینوں ذمہ داریوں میں کامیابی عطا کرے۔ آمین۔

# اسلام میں ارتداد کی سزا

مولانا سید عبدالشکور ترمذی ساہیوال
سرگودھا

قسط ۲

**دوسری دلیل اور اس کا تجزیہ** دوسری دلیل مضمون نگار نے سزائے ارتداد کی نفی پر اس طرح پیش کی ہے لکھتے ہیں : " پھر قرآن کریم سورہ البقرہ آیت ۲۱۷ میں فرماتا ہے ، اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے ، پھر مر جائے ، حالانکہ وہ کافر ہی ہے ۔ سو یہی ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں کام نہ آئے ۔ اور یہی آگ والے ہیں ۔ وہ اسی میں رہیں گے ۔ " یہاں مرتد کی حالت کفر پر مرنے کا ذکر ہے ۔ نہ اس کے قتل کرنے کا (نوائے وقت مذکور)

سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۷ سے مرتد کے لئے سزائے قتل کی نفی نہیں ہوتی ، اس لئے کہ اس آیت میں ارتداد پر دنیا اور آخرت میں حبط اعمال کا ذکر فرمایا گیا ہے ۔ اور دنیا میں حبط اعمال کے اندر یہ بھی داخل ہے کہ ایک مسلمان کیلئے اسلام کی وجہ سے جو عصمت نفس اور اسکی جان کی حفاظت کی ضمانت حاصل ہوتی ہے ۔ اور اس لئے وہ معصوم الدم ہوتا ہے ۔ ارتداد سے اس کا وہ حق منبط ہو جاتا ہے ۔ اور وہ مباح الدم ہو کر سزائے قتل کا مستحق ہو جاتا ہے ۔

اس طرح مرتد کی سزائے قتل بھی اس کے حبط عمل میں داخل ہو کر اس کا ثبوت بھی اس آیت سے ہی ہو جاتا ہے ۔ جیسا کہ ابن حیان اندلسی کی تفسیر بحر محیط میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ حبوط عمل فی الدنیا کا مطلب یہ ہے کہ مرتد واجب القتل ہے ۔ وھو حبطہ فی الدنیا باستحقاق قتلہ والحاقۃ فی الاحکام بالکفار ۔ (بحر محیط ص۱۵۱ ج۲) یا پھر حبط اعمال سے دنیا اور آخرت کے ایسے احکام مراد ہوں جو بہر صورت ارتداد پر مرتب ہوتے ہیں ۔ اور سزائے ارتداد بھی ان کے مرتب ہونے سے اس کو نہیں بچا سکتی ۔ دنیا میں مثلاً مرتد کے

جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اور اسکی سب عبادات نماز روزہ وغیرہ کالعدم ہو جاتی ہیں۔ اور آخرت میں اسکو کسی عبادت کا ثواب نہیں ملتا بلکہ اسکی منکوحہ کا اس کے نکاح سے نکل جانا اور گذشتہ عبادات کا ثواب ضائع ہو جانا تو دنیا اور آخرت کے ایسے احکامات ہیں جن سے سزائے ارتداد تو کیا اسلام کی طرف رجوع کرنا بھی اسکو نہیں بچا سکتا۔ اور یہ احکامات ہر صورت میں ارتداد پر مرتب ہو کر ہی رہتے ہیں چاہے اس پر سزائے ارتداد جاری ہو سکی ہو یا جاری نہ ہو سکی ہو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں ارتداد پر جس حبط اعمال کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس کا ترتب ارتداد پر سزائے قتل کے علاوہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سزائے قتل، ارتداد پر ہر صورت میں مرتب نہیں ہوتی بلکہ اسلام کی طرف رجوع کرنے سے یہ سزا مرتفع ہو جاتی ہے۔ اور بعض صورتیں ایسی بھی پیش آجاتی ہیں، جن میں اس سزائے قتل کا جاری کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا مثلاً جرم ارتداد کا شرعی طریقہ پر ثبوت نہیں ہو سکا۔ یا ملک میں اسلامی قانون جاری نہ ہونے کی وجہ سے شرعی سزائیں نافذ نہ ہوئی ہوں۔ لیکن حبط اعمال ارتداد پر ہر صورت میں مرتب ہوتا ہے۔ اس کے ترتب سے سزائے ارتداد بھی مرتد کو نہیں بچا سکتی۔

غرضیکہ اس آیت میں مرتد کے حالت کفر پر مرنے کے ذکر اور اس کے قتل کے ذکر نہ ہونے سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے۔ اس لئے کہ یا تو حبط اعمال میں یہ سزائے قتل بھی حسب تفسیر بحر محیط داخل ہے۔ یا اس میں قتل کے علاوہ دوسری سزا حبط اعمال کا ذکر ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ قتل عمد کے بارہ میں صرف لعنت اور غضب وغیرہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور قصاص کا ذکر نہیں فرمایا۔ مگر یہ اسکی دلیل نہیں بن سکتی کہ قاتل عمد پر قصاص نہیں ہے اسی طرح جن آیات میں ارتداد کی سزائیں صرف حبط عمل یا لعنت کا ذکر آیا ہے، یہ بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی جگہ جرم کی ایک سزا کا ذکر ہوتا ہے، اور دوسری جگہ دوسری سزا کا۔ مگر مسئلہ کا فیصلہ دونوں جگہوں کے ملانے سے کیا جائے گا، ایک سزا کے ذکر سے دوسری سزا کا انکار کرنا درست نہیں ہو سکتا۔

تفسیر آیت | ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولٰئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ واولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔ (سورۃ لبقرہ آیت ۲۱۷)

اس آیت میں شرط کے طور پر دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک ارتداد اور دوسرے موت علی الکفر اسی طرح شرط کی جزا میں بھی دو چیزیں مذکور ہیں ایک حبط اعمال اور دوسرے خلود نار۔ جس طرح شرط کے دو جزء ہیں اسی طرح جزا کے بھی دو جزء ہیں۔ پھر چونکہ جزا کا پہلا جزء حبط اعمال شرط کے پہلے جزء ارتداد سے متعلق ہے۔ اس لئے اعمال کا حبط تو محض ارتداد سے ہی ہو جاتا ہے۔ اور اس کے لئے موت علی الکفر شرط نہیں ہے۔ چنانچہ اسکی تصریح دوسری آیت ومن یکفر بالایمان فقد

حبط عملہ۔ (سورۃ مائدہ) میں بھی حبط اعمال کو صرف ارتداد پر مرتب فرما کر فرما دی گئی ہے۔ اور جزاء کے دوسرے جزء خلود نار، کا تعلق شرط کے دوسرے جزء موت علی الکفر سے ہے۔ اس لئے مرتد کے موت علی الکفر کے بغیر صرف ارتداد پر ہی اس کے لئے خلود نار کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لئے آیت زیر تفسیر میں مرتد کے لئے خلود نار کا حکم بتلانے کے لئے موت علی الکفر کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سے اسکی سزائے قتل کی نفی کرنا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو سزائے قتل کے بعد بھی یہ خلود نار کا حکم اس کے لئے باقی رہتا ہے، جبکہ اس نے توبہ نہ کی ہو۔ کیونکہ یہ موت بذریعہ سزائے قتل بھی موت علی الکفر ہی میں داخل ہے۔ اور خلود نار کا یہ حکم مرتد کے لئے سزائے قتل کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ دوسرے ارتداد کے بعد سزائے قتل مرتد پر لازمی طور سے فوراً ہی جاری نہیں کر دی جاتی۔ بلکہ اس کو مہلت بھی دیدی جاتی ہے۔ اب اگر اس مہلت کے زمانہ میں سزائے ارتداد کے نفاذ سے پہلے ہی وہ حالت کفر پر مرگیا تو اس حالت میں بھی یہ حکم خلود نار کا اس کے لئے ثابت رہے گا۔ اور شاید ارتداد کے بعد اس آیت میں مرتد کی موت علی الکفر کو فائے تعقیب جسکا مفاد ترتیب بلا مہلت ہوتا ہے، کے ساتھ ذکر میں بھی اس طرف اشارہ ہو، اور مطلب یہ ہو کہ جو شخص ارتداد کے بعد بغیر مہلت کے فوراً حالت کفر پر مرجائے۔ اور اس پر دنیوی سزائے ارتداد قتل کے نفاذ کی نوبت ہی نہ آئی ہو۔ تو اس شخص کے بھی تمام عمل دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے۔ اور یہ شخص دوزخی ہوگا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

خلاصہ | خلاصہ یہ ہوا کہ اس آیت میں مرتد کی حالت کفر پر مرنے کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ ارتداد کی دنیوی سزا اور اس کا انجام قتل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے حالت کفر پر مرنے کا ذکر ارتداد کے اخروی انجام خلود نار کو بتلانے کے لئے کہا گیا ہے۔ اور اسی خلود نار کے لئے ہی موت علی الکفر شرط ہے۔ خواہ حالت کفر پر اسکی یہ موت دنیوی سزائے قتل کو بھگتنے اور جاری ہونے کے بعد واقع ہوتی ہو۔ یا ابھی اس سزا کے بھگتنے کی نوبت ہی نہ آئی ہو اور موت طبعی سے وہ مرا ہو۔ ہر حالت میں کفر پر موت کا اخروی انجام خلود نار مرتب ہوگا۔ اور آیت دونوں حالتوں کو شامل ہوگی۔

تیسری دلیل اور اس کا تجزیہ | مضمون نگار نے لکھا ہے، سورۃ المائدہ کی آیت ۵۴ میں بھی مرتد کا ذکر ہے۔ مگر وہاں اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں نہ قرآن کریم میں کسی جگہ قتل مرتد کا حکم ہے۔ (حوالہ بالا)

خلاصہ مطلب آیت ۵۴ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ جو کوئی تم میں سے مرتد ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس فتنۂ ارتداد کی سرکوبی اور اپنے دین کی حفاظت و حمایت کے لئے

ایک ایسی قوم کو کھڑا کرے گا جس میں کامل ایمان والوں اور خاصانِ خدا کی صفاتِ کاملہ اور اوصافِ فاضلہ جمع ہوں گی اور اس فتنۂ ارتداد کے قلع قمع کرنے اور مرتدین کے قتل و قتال کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسکو برانگیختہ کیا جائے گا۔ وہ قوم ان مرتدین کی ایسی سرکوبی کرے گی کہ کفر سر اٹھانے کے قابل نہ رہے گا۔ اسی آیت میں اسبات پر صاف طور سے دلالت پائی جاتی ہے۔ کہ ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اور واضح طور پر ارتداد کی سزائے قتل کا ذکر اس آیت میں موجود ہے۔ مگر مضمون نگار لکھتے ہیں کہ "وہاں بھی اسکو قتل کرنے کا حکم نہیں"۔ ان کا یہ دعویٰ بڑا ہی حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

**من بدل دینہ فاقتلوہ** حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔ مضمون نگار نے پہلے تو ایسے دلائل قرآنیہ کا ذکر کیا ہے، جن سے ان کے زعم میں سزائے ارتداد قتل کی نفی ہوتی تھی ان کا تو تجزیہ کر کے اوپر کی تحریر میں دکھلایا گیا ہے کہ مضمون نگار کا یہ مقصد ان آیاتِ قرآنیہ سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان کے مقصد کے برخلاف بعض آیات سے قتل مرتد پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرہ آیت ۲۱۷ اور سورۃ المائدہ کی آیت ۵۴ سے ارتداد کی سزائے شرعی قتل پر استدلال کا ذکر ہماری اس تحریر میں گذر چکا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حدیث زیرِ عنوان پر خامہ فرسائی کی ہے۔ لکھا ہے کہ "احادیث نبوی میں صرف ایک حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے زمانہ میں کہ جب بعض زنادیق کو جلایا گیا تو یہ فرمایا کہ ان کو قتل کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا تھا "جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔" لیکن یہ بات قطعاً غلط ہے۔ کہ مرتد کے بارہ میں صرف ایک حدیث مروی ہے۔ بلکہ ذخیرہ احادیث میں تقریباً تیس حدیثیں اس بارہ میں مروی ہیں۔ اور گیارہ حدیثیں تو حدیث کی درسی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور خود اس حدیث کو بخاری ص ۱۰۲۳ کی روایت کے علاوہ امام نسائی نے سات سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے جو محدثین کے اصول کی رو سے سات حدیثیں قرار پاتی ہیں۔ یہ مختصر مضمون اسقدر احادیث کے نقل کا متحمل نہیں ہے۔ اس لئے حدیث مذکور کے علاوہ صرف ایک اور حدیث بخاری ہی سے نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جسکو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور مضمون نگار نے معلوم ہوتا ہے اس سے قصداً اغماض کر لیا ہے۔ ورنہ بخاری میں من بدل دینہ سے ملی ہوئی اگلی حدیث بھی ہے۔

**ایک اور حدیث شریف** حضرت ابو موسیٰؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے والیٔ یمن تھے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذؓ یمن پہنچے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک قیدی لایا گیا۔ حضرت معاذؓ کے دریافت کرنے پر حضرت ابو موسیٰؓ نے تبلایا کہ یہ یہودی تھا۔ پھر اس نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد پھر مرتد ہو کر

یہودی ہو گیا حضرت معاذؓ نے فرمایا، میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا۔ جب تک کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ اور رسولؐ کا فیصلہ اور حکم یہی ہے۔ چنانچہ اس کے بارہ میں حکم صادر کیا گیا۔ اور اسکو قتل کر دیا گیا ہے (بخاری صفحہ ۱۰۲۳ جلد ۲)

من بدل دینہ میں دین سے کون سا دین مراد ہے ـــــ

مضمون نگار نے لکھا ہے " اس حدیث کے الفاظ میں عمومیت ہے وہ قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ اسکی رو سے کوئی شخص کوئی سا ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے اسے قتل کرنا چاہیئے جو بالبداہت باطل ہے۔ اس لئے حدیث کے الفاظ کو مقید کرنا ہوگا " (حوالہ بالا)

حالانکہ بداہتہً معلوم ہے کہ حدیث مذکور میں دین سے مراد قطعاً ولیقیناً دین اسلام ہے۔ نہ کہ کوئی سا دین اس لئے کہ اگر کوئی سا دین مراد ہوتا اور اسلام کے علاوہ کسی شخص کا اپنے دین کو تبدیل کر کے اسلام میں داخل ہونا، قتل کا سزاوار ہوتا، تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کو اسلام کی طرف دعوت دینا اور اسلام کے قبول کرنے کی طرف بلانا ہی کیسے ممکن تھا۔ اس لئے اس حدیث میں جس تبدیلی دین کو سزاوار قتل قرار دیا گیا ہے اس سے مراد دین اسلام کا تبدیل کرنا ہے۔ اور یہ خطاب مسلمانوں کو ہو رہا ہے۔ کہ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔ اس خطاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دین سے سوائے دین اسلام کے اور کونسا دین مراد ہو سکتا ہے! کیا اسلام کے علاوہ کوئی اور دین بھی (العیاذ باللہ) شرعاً معتبر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔" اور جو کوئی اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔" (قرآن پاک سورہ آل عمران

جب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خطاب مسلمانوں کو ہے اور مقصد نبوی دین اسلام سے ارتداد اور تبدیلی کو سزاوار قتل قرار دیتا ہے۔ تو پھر من بدل دینہ کے اندر من کی تعمیم میں مسلم کے ساتھ کافر کو مراد لیا جا سکتا ہے۔؟ اور دینہ سے دین اسلام کے سوا دوسرا دین کیسے مراد ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مضمون نگار نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ کیونکہ من سے مراد مسلمان ہے۔ غیر مسلم اس میں شامل ہی نہیں ہے۔ اور دینہ کی ضمیر اسی مَن کیطرف راجع ہے جس سے مراد مسلمان ہے۔ اور مقصد حدیث یہ ہے کہ جو مسلمان اپنا دین تبدیل کرے اسکی سزا قتل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں مَن کو مسلم اور غیر مسلم کے لئے عام سمجھنے اور دین کے دین اسلام اور غیر اسلام مراد لینے کی گنجائش پیدا کرنا مقصد متکلم کے برخلاف کلام میں تحریف کرنے کے مترادف ہے۔ بالفرض اگر دین سے مراد دین اسلام اور اس کے علاوہ دوسرے ادیان یہودی اور نصرانی

مراد ہوں۔ اور مطلب یہ ہو کہ، کوئی شخص کوئی سا ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے اسے قتل کر دو، تو چونکہ یہ حکم مسلم حکام کو ہے اور اس کے مخاطب مسلمان ہیں تو پھر بھی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اسلام میں داخل ہونے پر بھی سزائے قتل جاری کی جائے گی اور کسی یہودی یا نصرانی کا مسلمان ہونا اور اسلام میں داخل ہونا مستوجب سزائے قتل ہے بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ اسلام کے علاوہ جو دوسرے ادیانِ باطلہ ہیں ان کی تبدیلی اور ایک دینِ باطل کو ترک کر کے دوسرے دینِ باطل میں داخل ہونا مثلاً یہودی سے نصرانی بن جانا بھی مستوجب سزائے قتل ہے۔

عورتوں کے استثناء کی دلیل | اوّل تو دوسری حدیثوں میں چونکہ صاف طور پر عورتوں کے قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ دوسرے من شرطیہ کے عموم میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا داخل ہونا بھی مشتبہ تھا۔ اس لئے کہ مَن کے اندر اسی حد تک عموم مراد لیا جائے گا جس حد تک متکلم نے اس سے عموم مراد لیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ عورتوں کے قتل سے ممانعت فرمائی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ من بدل دینہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَن کے عموم میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو مراد نہیں لیا۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے سزائے ارتداد قتل سے عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ فتح الباری میں ہے وخصہ الحنفیۃ بالذکر وتمسکوا بحدیث نہی عن قتل النساء واحتجوا ایضاً بان من الشرطیہ لا تعم المؤنث۔ (ص ۲۴۳ ج ۲۸)

کیا سزائے ارتداد کیلئے محاربہ شرط ہے ؟ | جب اوپر کی تحریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ مقصد حدیث یہ ہے کہ جو مسلمان دین اسلام کو اختیار کرے پھر اس کے ترک کرنے کی سزا قتل ہے۔ کیونکہ حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ میں علت قتل ارتداد اور تبدیل دین کو قرار دیا گیا ہے۔ اس میں محاربہ کی قید نہیں لگائی گئی اور مرتد کا محارب ہونا قتل کے لئے شرط نہیں قرار دیا گیا۔ اس لئے مضمون نگار کا اس میں محاربہ کی قید لگانا اور یہ لکھنا، کہ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو اسلام کو چھوڑ کر ساتھ ہی مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے جا ملتے تھے اور ان کا قتل ضروری تھا۔

چنانچہ اس قید کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور اسکی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ عورتیں جنگ میں حصہ نہ لیتی تھیں ″ (حوالہ بالا) حدیث مذکور کے مقصد کو تبدیل کر کے (نعوذ باللہ) اسکو بے معنی قرار دینے کے مترادف ہے، اس لئے کہ جب حدیث میں تبدیل دین کو سزائے قتل کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ تو اب اگر اس میں محاربہ کی قید لگائی جائے گی۔ تو دین کا تبدیل کرنا سزائے قتل کا سبب نہیں رہے گا۔ بلکہ محاربہ سزائے قتل کا سبب

قرار پائے گا۔ اور اس میں مقصود شارع کا ابطال ہے۔ کیونکہ شارع نے تو تبدیل دین پر قتل کا حکم دے کر تبدیل دین کو سبب قتل قرار دیا تھا۔ مگر اس کے برخلاف اس میں محاربہ کی قید لگا کر محاربہ کو سبب قتل قرار دیدیا گیا، اگر مقصد شارع یہ ہوتا کہ تبدیل دین کے بعد بھی سزائے قتل کیلئے محاربہ شرط ہے تو پھر صرف تبدیل دین پر ہی قتل کا حکم اس حدیث میں کیوں دیا جاتا۔ علاوہ ازیں محاربہ اور برسرپیکار ہونا تو تبدیل دین کے بغیر بھی سبب قتال ہے اور باغی خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم سب کے ساتھ مقاتلہ اور قتال کا حکم ہے۔ اور محارب چونکہ برسرپیکار ہوتا ہے اس لئے اس کے ساتھ مقابلہ اور قتال ہی ہو سکتا ہے۔ جو دونوں طرف سے وقوع قتال کو چاہتا ہے۔ اور اس حدیث میں تبدیل دین پر قتال کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ بطور سزا کے مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں محاربہ کی قید لگانا قتل اور قتال کے فرق کو نظرانداز کر دینا ہے۔ چونکہ ارتداد اور محاربہ علیحدہ علیحدہ دو جرم ہیں۔ اور ان دونوں کی سزائیں بھی مختلف ہیں البتہ بعض اوقات مرتدین کی جماعت بھی قوت و شوکت حاصل کر کے مسلمانوں کے مقابلے پر آمادہ ہو جاتی ہے اور اس طرح ارتداد اور محاربہ دونوں جرم جمع ہو جاتے ہیں۔ یہیں سے مضمون نگار کی اس بات کا جواب بھی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ کہ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو اسلام کو چھوڑ کر ساتھ ہی مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے جا ملتے تھے۔ بھلا جو شخص دارالاسلام کو چھوڑ کر دارالکفار میں چلا جاتا تھا اس پر سزائے قتل کا جاری کرنا کب ممکن تھا اور ایسے لوگ اس سے کیسے مراد ہو سکتے ہیں۔ جن پر سزائے قتل کا جاری کرنا ہی ممکن نہیں رہتا۔ اسی طرح مضمون نگار نے جو یہ لکھا ہے کہ "صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم نے یہ شرط قبول کر لی تھی کہ کوئی مسلمان کفار کے ساتھ جا ملے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔ اگر قرآن میں مرتد کی سزا قتل ہوتی تو آپ اس کے خلاف شرط کبھی قبول نہ کرتے"۔ (حوالہ بالا)

اس کا جواب بھی اس سے ہو گیا کہ جو شخص مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا۔ لاحق بدارالحرب کے بعد اب اس پر سزائے ارتداد کا نافذ کرنا ممکن ہی نہیں رہا۔ اور وہ اسلامی سلطنت کے دائرہ اختیار سے نکل گیا ایسے شخص کے واپس نہ کئے جانے کی شرط کو قبول کر لینا اسکی دلیل نہیں بن سکتا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ اسلامی سزا کا اسی شخص پر نفاذ کیا جا سکتا ہے۔ جو اسلامی حدود سلطنت میں رہتا ہو اور جس پر حکومت کا قابو اور گرفت ہو۔

**خلفاء راشدین کا تعامل** | تفسیر، حدیث اور تاریخ کی مستند کتابوں میں خلفاء راشدینؓ کا مرتدین کو قتل کرنا مذکور ہے۔ اور یہ بھی تاریخ کے مسلمات میں سے ہے کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے جن لوگوں کو سزائے ارتداد میں قتل کیا ہے ان میں ایسے مرتد بھی یقیناً شامل ہیں جن سے کسی قسم کا ارادہ فساد یا محاربہ

کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ اور نہ انہوں نے خلافت کے خلاف باغیانہ سرگرمیاں دکھلائی تھیں بلکہ ان کو محض ارتداد کی سزا کے طور پر بھی قتل کیا گیا تھا۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ والی حدیث جو پہلے گذر چکی ہے۔ اس سے بھی واضح ہے۔ کہ مرتد کی سزا کیلئے محاربہ شرط نہیں صرف ارتداد پر ہی مرتد سزائے قتل کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس لئے سزائے ارتداد کیلئے محاربہ کو شرط قرار دینا احادیث صحیحہ اور خلفاء راشدین کے تعامل کے خلاف ہونے کی وجہ سے کسی صورت بھی درست نہیں ہو سکتا۔

ایک شبہ کا ازالہ: اب رہا مضمون نگار کا یہ شبہ کہ مسیلمہ کذاب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ترک اسلام کر کے نبوت کا دعویٰ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر حضورؐ نے اسکو مرتد سمجھ کر قتل کرنے کا حکم نہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے لشکر جمع کر کے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اوّل سے بغاوت کی تو بعد سخت لڑائی کے قتل کیا گیا" (حوالہ بالا)

اس شبہ کا ازالہ اگر غور سے دیکھا جاتا تو اسی واقعہ سے ہو جاتا اس لئے کہ مسیلمہ کذاب کے قاصد نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسیلمہ کذاب کی رسالت کی تصدیق کی تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر قاصد قتل کئے جاتے تو میں تمہاری گردن اڑا دینے کا حکم کرتا۔ (سیرت ابن ہشام ص۹)

یہ فرمانِ رسالت اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی متنبی مدعی نبوت کی تصدیق سے ہی آدمی مرتد اور سزائے قتل کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس لئے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ سے جب ان کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذاب کے ماننے والوں کو گرفتار کر کے ان کے بارہ میں حکم دریافت کیا گیا تھا۔ تو انہوں نے یہ حکم صادر فرمایا تھا" فاعرض علیھم دین الحق وشھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن قالھا وتبرأ من دین مسیلمۃ فلا تقتلوہ ومن لزم دین مسیلمۃ فاقتلوہ۔ (احکام القرآن جصاص جلد ۲ ص۲۸۵) وسنن کبریٰ الامام بیہقی جلد ۸ ص۲۰۱ اس فرمان میں بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ صرف دین مسیلمہ پر قائم رہنا ہی موجب سزائے قتل ہے اس میں محاربہ کی قید نہیں ہے۔

جب جھوٹی نبوت کے دعویدار کی تصدیق حسب فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجب سزائے قتل ہے تو کیا کوئی عاقل اس کا تصور کر سکتا ہے کہ خود جھوٹی نبوت کا دعویدار مرتد اور سزائے قتل مستحق نہ ہوگا۔؟

ہمارے مضمون نگار کے کہنے کے مطابق اگر یہ تسلیم ہی کر لیا جائے کہ مسیلمہ کذاب کے قتل کی وجہ اس کا بغاوت کرنا تھا۔ اور چونکہ اس نے حضرت ابوبکر خلیفہ اوّل سے بغاوت کی اس لئے وہ قتل کیا گیا تھا تو پھر بھی اس کے قاصد کا مستحق سزائے قتل ہونا تو محض اس کے ارتداد ہی کی وجہ سے تھا ورنہ بتلایا جاوے کہ

اس کے قاصد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کونسی بغاوت اور سرکشی کی تھی جسکی بنا پر وہ لسانِ نبوت سے سزائے قتل کا مستحق قرار پایا تھا، اسکو محض مسیلمہ کذاب کی رسالت کی تصدیق کرنے پر ہی مستحق سزائے قتل قرار دینے کی سوائے اس کے ارتداد کے اور کونسی وجہ ہو سکتی ہے۔؟ اگر مضمون نگار کے نزدیک یہ وجہ درست نہیں بنتی تو پھر کیا ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قاصد کو (نعوذ باللہ) بلا وجہ ہی سزائے قتل کا مستحق قرار دیا تھا۔؟

دراصل ہمارے مضمون نگار نے واقعہ کے اس جزء کی طرف سے بالکل چشم پوشی کر لی ہے۔ اس لئے انہوں نے یہ لکھ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مرتد سمجھ کر قتل کرنے کا حکم نہیں فرمایا، علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خلافت اسلامیہ جو اسلام کی نمائندہ حکومت ہوتی ہے، اس کے خلاف بغاوت کرنے پر سزائے قتل دینا تو ہمارے مضمون نگار۔ جیسے عقلاء کے نزدیک تہذیب کے خلاف نہیں مگر اسلام کے خلاف بغاوت اور ارتداد پر سزائے قتل ان کو خلافِ تہذیب معلوم ہوتی ہے۔ گویا ملک کو انتشار اور بدامنی کے جرائم اور باغی کی مخالفانہ سرگرمیوں سے بچانا تو ضروری ہے، اور اسکی سزائے قتل بھی معقول ہے۔ مگر ان عقلاء کے نزدیک ملّتِ اسلامیہ کے باغی (مرتد) کو کھلی چھٹی حاصل ہونی چاہیے۔ کہ وہ اپنی باغیانہ سرگرمیوں سے ملت میں انتشار پھیلاتا رہے۔ اور اسلامی معاشرہ کو ارتداد کے جراثیم سے متاثر اور تباہ کرتا رہے۔ اس پر مواخذہ اور گرفت کرنا ہی آزاد خیالی اور شخصی آزادی کے خلاف ہے اور سزائے قتل تو ان کی طبع نازک پر بہت ہی گراں بار ہے۔ حیرت ہے کہ یہ عقلاء جو تحفظ ملک کو دیتے ہیں، اس تحفظ سے ملّت کو کیوں محروم رکھتے ہیں۔؟ اور ملک کے خلاف سرگرمیوں پر مواخذہ اور سزائے قتل سے ان کی فرعونی آزاد خیالی اور مصنوعی شخصی آزادی کیوں متاثر نہیں ہوتی۔؟

اس کے علاوہ بخاری شریف کے باب النفخ فی المنام کے تحت علامہ ابن حجر نے ابن بطال سے نفخ کی تعبیر میں نقل کیا ہے یعبر بازالۃ الشئی المنفوخ لغیر تکلف شدید لسھولۃ النفخ علی النافخ ویدل علی الکلام وقد اھلک اللہ الکذابین المذکورین بکلامہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ لقتلھما۔ (فتح الباری جلد ۲۸ صفحہ ۵)

اس میں صاف تصریح ہے کہ بخاری شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جس خواب کا ذکر ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک میں سونے کے کنگن دیکھ کر ان کو پھونک مار کر اڑا دیا، اور کنگنوں سے آپ نے دو کذابوں کو مراد لیا، ایک اسود عنسی دوسرا مسیلمہ (بخاری شریف صفحہ ۱۰۴/۲۵) اس میں پھونک مارنے کی تعبیر اور اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں کذابوں کے قتل کرنے کا حکم

فرمانا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مذکورہ دونوں کذابوں کا قتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا ہے اور نفخ فی المنام سے آپ نے ان دونوں کے قتل کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ اس خواب کی تعبیر کا خارج میں اس طرح ظہور ہوا کہ اسود عنسی جس نے صنعا ئین میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے ہلاک کے لئے فرمان نبوی حضرت معاذ بن جبل کے نام پہنچا اور ان کے ایک لشکری فیروز نامی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک روز قبل اسکو قتل کر کے جہنم واصل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اسکی خبر ملی تو آپ نے اسی وقت صحابہ کرامؓ کو اسود عنسی کے قتل کی خوشخبری دی اور فرمایا، فاز فیروز، فیروز کامیاب اور فائز المرام ہوا۔ (فتح الباری ص ۱۶۶/۸) اور تاریخ طبری ص ۲۲۹/۳)

اور مسیلمہ کذاب کے دعویٰ کا ظہور حسب تصریح تاریخ ابن اثیر ص ۱۴۵/۲ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد ہوا اور تقریباً اس کے تین ماہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ اس لئے اس کے بارہ میں اگرچہ آپ اس طرح کا انتظام نہیں کر پائے تھے جسطرح کا انتظام اسود عنسی کے بارہ میں فرما دیا تھا، مگر چونکہ اسود عنسی کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے موجود تھا۔ نیز مسیلمہ کذاب کے قاصد کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور نفخ فی المنام کی تعبیر سے بھی آپ واقف اور باخبر تھے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور عمل کی پیروی اور تعمیل کرتے ہوئے اپنی خلافت کی ابتدا میں ہی خالد بن ولیدؓ کو ایک لشکر دے کر مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے استیصال کے لئے روانہ کر دیا اور اسی لشکر کے ایک سپاہی حضرت وحشیؓ نے اس کذاب کو جہنم میں پہنچا دیا۔

اس طرح جس مہم یعنی استیصال مرتدین کا آغاز خود بنفس نفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اور نفخھما کی تعبیر میں جس مہم کے انتظام کی ذمہ داری قبول فرمائی تھی۔ اور اسکی تکمیل سے پہلے ہی آپؐ کا وقت موعود آپہنچا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائمقام ہوکر اس کو آپ کے منشاء اور حکم کے مطابق پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا۔ اور مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے استیصال کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور قائمقامی کا حق ادا کر دیا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ اسود عنسی کے استیصال کی طرح مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے استیصال کے لئے بھی مہلت پاتے تو آپ ایسا ہی حکم فرماتے، جیسا کہ اسود عنسی کے لئے فرمایا تھا۔ مگر شاید اس مہم کی ابوبکر صدیق کے دست حق پرست پر تکمیل کرانے میں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلیفہ برحق اور نائب مطلق ہیں۔ کیونکہ خلیفہ اور نائب کا فعل بھی اصل میں منیب کا ہی فعل ہوتا ہے۔ اس لئے ابوبکر صدیقؓ کا یہ کارنامہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال فاضلہ ہی میں معدود اور شمار ہوگا، جسکو ابوبکر صدیق نے بطور نیابت اور قائمقامی کے سرانجام دیا ہے۔

فتح الباری میں ہے: "یوخذ ان من هذه القصه منقبته الصدیق رضی اللہ عنہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولی لفخ السوارین حتی طارا فاما الاسود فقتل فی زمنه واما مسیلمه فکان القائم علیه حتی قتله ابوبکر الصدیق مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک (ص۳۶۰)

شبہ مذکورہ کا یہ جواب تو اس صورت میں ہے جبکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ مسیلمہ کا قیام حکومت مسلمہ کی حدود و تسلط میں تھا اور یمامہ کا علاقہ جس میں اس نے دعوی نبوت کیا تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلامی سلطنت کی حدود سے خارج تھا۔ تو پھر اس شبہ کے واقع ہونے کیلئے کوئی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ قتل کا حکم اسی شخص کیلئے دیا جا سکتا ہے جو حاکم مسلم کی ولایت اور حکومت مسلم کے زیر تسلط رہتا ہو۔ دوسرے ایسے سب واقعات کا ایک کلی اور اصولی جواب یہ ہے کہ حدیث من بدل دینہ میں قولی حدیث کے جو واقعات بظاہر معارض معلوم ہوتے ہوں تو قول کے مقابلہ میں فعل میں تاویل کی جائے گی اور قول کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ فعل میں بنسبت قول کے تاویل کی زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔

ایک خدشہ کا جواب | اب رہا مضمون نگار کا یہ خدشہ کہ "اگر بالفرض اسلامی سلطنت میں کسی مرتد کو قتل کیا جائے تو پھر عیسائی سلطنتیں تبلیغ اسلام نہ صرف روک دیں گی بلکہ نو مسلموں کو ختم کر سکتی ہیں۔ تو ہمارے علماء کو سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے چاہئیں"۔ (نوائے وقت ۱۳/۲)

اوّل تو عیسائی سلطنتوں کو اپنی آزاد خیالی اور شخصی آزادی کی رو سے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام کی تبلیغ پر پابندی لگائیں اور جوابی اقدام کریں۔ کیا وہ ایسا کرکے تنگ نظر نہ کہلائیں گی۔؟ جس کا طعنہ اسلام کو دیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآن کریم کے اعلان کے مطابق اب دنیا میں صرف ایک اسلام ہی سچا دین اور حق مذہب ہے اس لئے اس کے قبول کرنے پر پابندی لگانا اگرچہ کسی صورت میں بھی حق بجانب نہیں کہلائی جا سکتی، لیکن اگر ایسا کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ بیش بریں نیست کہ غیر مسلم سلطنتوں میں نو مسلموں کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ مگر اسلامی سلطنتوں میں غیر مسلم مشنریوں کے کام کے بند ہو جانے سے مسلمانوں کا اسلام محفوظ ہو کر ارتداد کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا۔ موجودہ دولت کی حفاظت کرنا غیر موجود دولت کی تحصیل سے تمام عقلاء کے نزدیک یقیناً اہم اور مقدم ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کے ایمان کی حفاظت سے اس لئے دستکش نہیں ہو سکتا اور غیر مسلموں کو ان کی متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت نہیں دے

سکتا کہ دوسری جگہ اسلام کی تبلیغ کے بند ہو جانے کا خطرہ اور اشاعت اسلام کے فائدہ سے محروم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ کیا اس کا کوئی عقلی جواز نظر آتا ہے کہ ایک موہوم فائدہ کے لئے اپنے یقینی ضرر کو برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جایا جائے اور نفع کی امید پر اپنے نقصان کی اجازت دیدی جائے۔؟

اگر بالفرض یہ خدشہ صحیح ہی ہو کہ اس پابندی سے غیر مسلم ممالک میں اشاعت اسلام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں ہے کہ اسلام کی حفاظت میں اس سے بڑی بھاری مدد ملتی ہے۔

تحریر بالا سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اسلام سے ارتداد پر سزائے قتل کے خلاف جو دلائل اور شبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے۔ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔ قرآن کی آیتوں حدیثوں اور خلفاء راشدین کے تعامل اور اجماع امت سے یہ سزا ثابت ہے اور یہ فیصلہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے سے فرمایا ہوا ہے۔ خدا اور رسول کے فیصلہ میں ترمیم تنسیخ کا نہ تو کسی عالم کو اختیار ہے نہ ہی کسی مسٹر اور بزعم خود تبلیغ اسلام کے مدعی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اسلام کے اس حق حفاظت خود اختیاری کو استعمال کرنے سے اس کے صحیح اور سچے علمبرداروں کو باز رہنے کا مشورہ دے۔

اور یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ صحیح حدیثوں اور تمام امت کے فیصلہ کے برخلاف قتل مرتد کا انکار کرنے اور امت کے اجماعی اور متفقہ فیصلے کے تبدیل کرنے کیلئے کسی عالم یا علماء کو سوچنے اور سمجھنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے کیا اسلام کے قرن اول سے لیکر آج تک کا یہ فیصلہ نعوذ باللہ بے سوچے سمجھے ہی کر دیا گیا تھا۔؟

قرآن و حدیث میں جو احکام صاف صاف آچکے اور جس بات کا فیصلہ ہو چکا اب اس میں علماء کی سوچ سمجھ کا کیا دخل ہو سکتا ہے جس کا بے سوچے سمجھے علماء کو مشورہ دیا جا رہا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحابہ اجمعین۔

جناب محمد اقبال قریشی ہارون آبادی

**تہجد کے معنی** لفظ تہجد ہجود سے مشتق ہے۔ اور یہ لفظ دو متضاد معنی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی سونے کے بھی آتے ہیں اور جاگنے کے بھی۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ سے نماز تہجد کی یہ تعریف منقول ہے۔ قال الحسن البصری ھو ما کان بعد العشاء و یحمل علیٰ ما کان بعد النّوم (تفسیر ابن کثیرؒ) یعنی حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ کہ نمازِ تہجد ہر اس نماز پر صادق ہے۔ جو عشاء کے بعد پڑھی جائے۔ البتہ تعامل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام) سے اسکو کچھ نیند کے بعد محمول کیا جائے گا۔

غرض نمازِ تہجد کے لئے بعد النوم ہونا شرط نہیں۔ کیونکہ قرآن عزیز میں ہے۔ وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ تفسیر مظہری میں اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رات کے کچھ حصے کو نماز کیلئے سونے کو ترک کر دو خواہ سونے کے بعد جاگ کر خواہ شروع ہی میں نماز کیلئے نیند کو موخر کر دو۔ لیکن عموماً مفہوم تعامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحضرات صحابہ کرامؓ کے آخر رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھنے کا ہے اس لئے یہ صورت افضل ہوگی۔ (تفسیر معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ)

**تہجد کی نماز ابتدائے نبوت میں فرض تھی۔** وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ق عسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (بنی اسرائیل آیت ۷۹) اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کیلئے زائد چیز ہے۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دیگا حضرت حکیم الامت تھانویؒ اس آیت کے فوائد میں لکھتے ہیں، تہجد پہلے سب پر فرض[1] تھا۔ پھر امت سے

---

[1] اس وقت یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ○ (سورہ مزمل آیت ۱ تا ۳)

فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ آپ پر فرض رہا تھا۔ اخرجہ ابن ابی حاتم عن الضحاک قال نسخ قیام اللیل الا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن ابن عباسؓ انہ قال فی ذلک۔ یعنی خاصۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بقیام اللیل وکتب علیہ۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ پر بھی فرض نہ رہا تھا۔ اخرجہ ابن جریر عن مجاھد۔ یہ سب روایتیں درمنثور میں ہیں قول اول پر نافلۃ کے معنی لغوی ہوں گے یعنی فریضۃ زائدۃ لک۔ اور تطبیق دونوں میں اس طرح ہوسکتی ہے کہ اول نسخ صرف امت کے لئے ہوا۔ پھر آپ کے لئے بھی ہوگیا۔ (تفسیر بیان القرآن ج ۱۲ ص ۵۷)

**تہجد کی فضیلت احادیث طیبہ کی روشنی میں**

وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَابُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ لَکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمُکَفِّرَۃٌ لِلسَّیِّاٰتِ وَمَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ۔ (رواہ الترمذی) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے اوپر رات کے قیام (یعنی تہجد) کو لازم پکڑو کیونکہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ (چلا آتا) ہے اور تم کو تمہارے رب سے قریب کرنے والا ہے اور گناہوں کو مٹاتا ہے اور بری بات سے روکتا ہے۔ (ترمذی) نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: یَا عَبْدَ اللہِ لَاتَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ۔ (متفق علیہ) اے عبد اللہ فلاں شخص جیسا نہ ہونا کہ وہ رات کو اٹھتا تھا۔ پھر اس کو ترک کر دیا۔ (بخاری ومسلم) یعنی ہمیشہ پابندی سے تہجد پڑھتے رہو۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا ـــ ان احادیث میں بیان کردہ فضیلت کے پیش نظر ہر مسلمان کو حرص کرنی چاہیئے کہ وہ تہجد کا عادی بن جائے۔

**حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کی حکایت ـــ نماز تہجد کا لطف بیان نہیں ہوسکتا ـــ**

سنجر کے بادشاہ ملک نیمروز نے ایک مرتبہ سیدنا حضرت جیلانیؒ کو خط لکھا کہ میں ملک نیمروز کا ایک حصہ آپ کو خرچ خانقاہ کے لئے دینا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد — در دل ہوس اگر ملک سنجرم
زانکہ یافتم خبر از ملک نیم شب — من ملک نیمروز بیک جو نمے خرم

---

؎ یعنی اگر میرے دل میں تیرے ملک کی ہوس ہو تو میرا بخت سیاہ رو ہو جائے، جیسا تیرا چتر سیاہ ہے۔ جب سے مجھے نیم شب (تہجد) کی بادشاہت ملی ہے۔ میں اس وقت سے ملک نیمروز ایک جو کے بدلے میں نہیں خریدنا چاہتا۔

واقعی تہجد کی لذت بیان نہیں کی جاسکتی — ع ذوق ایں بادہ نیابی بخدا تا نہ چشی

اسی لئے ارشادِ ربانی ہے۔ وَكَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ بعض عارفین نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ نمازِ تہجد کی لذت سے استغفار کرتے تھے کہ شاید ہم اس لذت کے لئے تو تہجد نہیں پڑھتے۔ کیونکہ تہجد تو صرف رضاءِ الٰہی کیلئے پڑھنی چاہیئے

نمازِ تہجد کی تعدادِ رکعات | تہجد کی رکعات بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ مع الوتر تیرہ (۱۰+۳) اور کم سے کم سات مع الوتر (۴+۳) ہیں۔

(خیر المصابیح فی عدد التراویح صـ۱)

بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اکثر معمول ۸ رکعت تہجد پڑھنے کا تھا۔ اس لئے زیادہ عادت آٹھ رکعت کی رکھنی چاہیئے۔ لیکن وقت کم ہو تو چار اور بالکل کم ہو تو دو رکعت پڑھ لے۔ شوق اور وقت زیادہ ہو تو زائد بھی پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ :- اگر کوئی شخص اول شب میں بعد عشاء چار یا آٹھ رکعت بہ نیت تہجد پڑھ لے اور آخر شب جاگ آجائے تو بھی نوافل بہ نیت تہجد پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ ایک روایت سے فعلاً بارہ سے زیادہ مگر محدود اور قولاً غیر محدود رکعات تہجد ثابت ہیں۔ یعنی رکعات تہجد کی کوئی ایسی حد نہیں جسکی بعد کی نماز کو تہجد نہ کہا جائے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے بوادر النوادر جلد ۱ صـ۱۰۳)

نمازِ تہجد کے اٹھنے کیلئے ظاہری اسباب | حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے نمازِ تہجد کے لئے بیدار ہونے کیلئے چار اسباب ظاہری بیان فرماتے ہیں۔ ۱ کھانا بہت نہ کھائے اس سے بہت پانی پیئے گا، اور نیند بہت آئے گی۔ ۲ دن کو اپنے اوپر ایسے مشقت کے کام نہ ڈالے جس سے تھک کر چور ہو جائے ۳ اور بیٹھے سست پڑ جائیں اس سے نیند بہت آتی ہے۔ ۴ دن میں گناہ بہت نہ کرے اس سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور گناہ سامان رحمت اور بندہ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم الدین)

باطنی اسباب | احیاء العلوم میں حضرت غزالیؒ نے تہجد کے اٹھنے کے لئے بھی اسباب باطنی چار ہی بیان فرمائے ہیں۔ ۱ اپنے دل کو بدعتوں اور فضول ترددات دنیاوی سے پاک رکھنا۔ ۲ جینے کی توقع کم رکھنا کیونکہ جب آخرت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے طبقات کو سوچے گا تو اس کی نیند اڑ جائے گی۔ ۳ نمازِ تہجد کی فضیلت میں جو آیات و اخبار و آثار مذکور ہیں معلوم کرکے توقع اور شوق ثواب کو مستحکم کرنا۔ ۴ حق تعالیٰ سے محبت سب تعلقات پر غالب رکھنا کیونکہ جب اس کے ساتھ محبت ہوگی تو اس کے خلوت کو بھی پسند کرے گا۔ اور مناجات کو بھی۔ (جو صرف تہجد میں میسر ہوتی ہے)

**اغلاط العوام** | یعنی ایسے مشہور مسائل جو دراصل مسائل نہیں ہے

سر نہاں کہ عارف و زاہد بہ کس نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

مسئلہ:۔ بعض کا خیال ہے کہ تہجد کے بعد سونا نہ چاہئے ورنہ تہجد جاتا رہتا ہے۔ سو اسکی کوئی اصل نہیں اور بہت آدمی تہجد سے اسی وجہ سے محروم ہیں کہ صبح تک جاگنا مشکل ہے اور سونے کو ممنوع سمجھتے ہیں، سو جان لینا چاہئے کہ سو رہنا بعد تہجد کے درست ہے۔ (اغلاط العوام فی باب الاحکام مبوّب جـ؟)

مسئلہ:۔ بعض لوگ رات کو اتنا جاگتے ہیں کہ بعض دفعہ فجر کی جماعت سے رہ جاتے ہیں، اس لئے اتنا نہ جاگنا چاہئے کہ فجر کی نماز نیند کے غلبہ سے رہ جائے۔ سلیمان بن ابوحثمہ بھی ایک مرتبہ رات بھر جاگنے کے سبب بہ غلبہ نیند نماز فجر سے رہ گئے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کی والدہ سے فرمایا تھا: لَاَنْ اَشْهَدَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَقُوْمَ لَیْلَةً (موطا امام محمدؒ) یعنی میرے نزدیک صبح کی نماز باجماعت پڑھنا ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

**نماز تہجد کی کیفیت** | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا کہ وہ تہجد کی پہلی دو رکعتیں ہلکی اور قراءت سے پڑھتے۔ پھر قراءت، رکوع و سجود سب طویل ہوتا، یہاں تک کہ بعض مرتبہ گمان ہوتا کہ روح مبارک شاید پرواز کر چکی ہو۔

یا اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبوب نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما اور اس نماز پر مداومت اور استقامت بخش۔ آمین ہے

الٰہی ہمیں کر دے ان بندوں میں شامل
کہ اشک سحرگاہ جن کا وضو ہے

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

**تقررِ عید الفطر کا راز** ۱۔ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی دن ایسا ضرور ہوتا ہے جس میں عام طور سے خوشی منائی جاتی ہے۔ بہت عمدہ لباس پہنا جاتا ہے اور عمدہ کھانے کھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے لکلِ قومٍ عیدٌ وھذا عیدنا۔ یعنی ہر قوم کی ایک عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

۲۔ یہ وہ دن ہے کہ جب لوگ اپنے روزوں سے فارغ ہو چکتے ہیں اور ایک طرح کی زکوٰۃ ادا کر چکتے ہیں۔ تو اس دن ان کے لئے دو قسم کی خوشیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ طبعی اور عقلی۔ طبعی خوشی تو ان کو اس لئے حاصل ہوتی ہے کہ روزہ کی عبادت شاقہ سے فارغ ہو جاتے ہیں اور محتاجوں کو صدقہ مل جاتا ہے۔ اور عقلی خوشی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عبادت مفروضہ کے ادا کرنے کی ان کو توفیق عطا فرمائی اور ان کے اہل و عیال کو اس سال تک باقی رکھنے کا ان پر انعام کیا، اس لئے ان خوشیوں کے اظہار کا حکم ہوا۔

**تقررِ عیدین کی وجہ** ہر قوم میں کچھ دستور اور رسمیں اور عادتیں ہوتی ہیں۔ منجملہ ان کے میلے بھی ہیں جن کا تمام متمدن اور غیر متمدن قوموں میں رواج ہے میلے کے دن خوراک لباس و ملاقات میں خاص اور نمایاں تبدیلی ہوتی ہے۔ اور یہ فطرتی چیز تھی مگر اس میں بڑھتے بڑھتے ہوا و ہوس کو بہت دخل ہو گیا۔ بہت میلے تجارت کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں تجارت کے ایسے بہت سے میلے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہر ہفتہ کسی نہ کسی گاؤں میں میلہ ہوتا ہے۔

بعض میلوں میں جانوروں کو جمع کرتے ہیں جسے منڈی کہتے ہیں۔ غرضیکہ ان میلوں کی تہ میں عجیب عجیب

مقاصد کام کر رہے ہیں۔ بعض تو اپنے گذارے کے لئے میلا لگاتے ہیں۔ اور بعض خاص چندے اور نذر و نیاز کے لئے اور بعض محض اپنی عظمت اور شان کے اظہار کے لئے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہاں بڑے بڑے احسانات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے ان میلوں کی اصلاح کر دی ہے۔ چونکہ یہ ایک فطرتی بات تھی اس سے ان کو اصل سے ضائع نہیں کیا صرف اصلاح کر دی۔ اور وہ یوں ہے کہ آپ نے یہاں اور قسم کے رسم و رواج کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم و شفقت علیٰ خلق اللہ کے تحت میں لے لیا وہاں ان میلوں میں بھی یہی بات پیدا کر دی۔ چنانچہ عید میں آپ نے اوّل تکبیر کو لازم ٹھہرایا اور خدا تعالیٰ کی تعظیم کے اظہار کے لئے وہ لفظ مقرر کیا جس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہے۔ صفات میں اکبر سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہے۔ اور جامع جمیع صفات کاملہ ہونے کے لحاظ سے اللہ سے بڑھ کر اس مفہوم کی جامعیت کو کوئی لفظ ظاہر نہیں کر سکتا یہ تو تعظیم لامر اللہ ہے۔ اور مخلوق پر شفقت کرنے کے لئے رمضان کی عید میں صدقۂ فطر کو لازم ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ نماز میں اسوقت جاوے کہ اوّل اس کو ادا کرے۔ اصل سنت یہی ہے۔ اور پھر بعض مواقع میں یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرے تاکہ مساکین کو یقین ہو جاوے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جاوے گی اور عید قربان میں مساکین وغیرہم کیلئے سید الطعام لحم۔ یعنی گوشت کی مہمانی مقرر فرمائی۔

یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے لئے کی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے جو فرائض انسان پر ہیں اور جو فرائض مخلوق کے ہیں ان کو پورا کریں دنیا کے کسی میلہ کو دیکھ لو کہ ان میں ان حقوق کی حفاظت اور یہ حکمت کی باتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ جو عیدین میں ہیں۔

**تقرر عید قربان کی وجہ** عبادات کے اوقات مقرر ہوتے ہیں یہ بھی حکمت ہے۔ کہ اس وقت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو طاعت وعبادت الٰہی کی ہو اور خدا تعالیٰ نے اس کو قبول کر لیا ہو اس وقت کے آنے سے ان کی جان نثاری یاد آکر اس عبادت کی طرف رغبت ہو پس یہ عید الضحیٰ کا دن وہ دن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحکم پروردگار خدا تعالیٰ کے حضور میں ذبح کر کے پیش کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جان کے بدلے میں ایک ذبیحہ عظیمہ عنایت کیا اس لئے اس عید میں قربانی اس مصلحت سے مقرر کی گئی کہ اس میں ملت ابراہیمی کے ائمہ کے حالات اور ان کے جان و مال کو خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں خرچ کرنے اور ان کی غایت درجہ صبر کرنے کی یاد دہانی کر کے لوگوں کو عبرت دلائی گئی ہے۔ نیز حاجیوں کے ساتھ تشبیہ اور ان کی عظمت ہے۔ اور جس کام میں وہ حجاج مصروف ہیں، اس کی طرف دوسرے

لوگوں کو ترغیب ہے۔

**عیدین میں نماز اور خطبہ مقرر ہونیکی وجہ** | عیدین میں خطبہ اور نماز اس لئے مقرر ہے کہ مسلمانوں کا کوئی اجتماع ذکر الٰہی اور شعائر دین کی تعظیم اور جلال الٰہی کے استحضار سے خالی نہ ہو۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک دن مخصوص ہوتا ہے کہ اس میں اپنے تجمل کا اظہار کرتے ہیں اور خوب زیب و زینت کے ساتھ اپنے شہروں سے باہر نکلتے ہیں یہ ایسی رسم ہے کہ اس سے کوئی قوم عرب و عجم میں خالی نہیں ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ان کے بھی دو دن ایسے مقرر تھے کہ وہ ان میں لہو و لعب یعنی کھیل کود کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے بجائے ان دنوں کے اور دو بہتر دن دیدیئے ہیں۔ اور وہ یوم اضحٰی اور یوم فطر ہیں اور ان کے تبدیل کرنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ لوگوں میں جو دن خوشی کا ہوتا ہے۔ مقصود اس سے کسی نہ کسی دین کے شعائر کا اظہار یا کسی مذہب کے اکابر کی موافقت یا اس قسم کی بات ہوتی ہے۔

اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیال ہوا کہ اگر ان کو آپ نے اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ تو ایسا نہ ہو کہ اس میں جاہلیت کی کسی رسم کی تعظیم یا جاہلیت کے اسلاف کے کسی طریقہ کی ترویج ان کو مقصود نہ ہو اس لئے آپ نے بجائے ان دنوں کے ایام عیدین کو مقرر فرمایا کہ ان میں ملتِ ابراہیم حنیف کے شعائر کی عظمت ہے۔ اور آپ نے اس دن کے تجمل کے ساتھ ذکرِ خدا اور دیگر عبادات کو بھی ملا دیا کہ مسلمانوں کا کوئی اجتماع صرف لہو و لعب نہ ہو بلکہ ان کے اکٹھے ہونے سے اعلاء کلمۃ اسلام ہو۔ لہٰذا تکبیر کہنا بھی مسنون کیا گیا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم یعنی خدا تعالیٰ نے جو تم کو ہدایت فرمائی ہے، اس پر اس کی بڑائی کو بیان کرو۔

**عیدین کے دنوں میں عمدہ غذا کھانے اور نفیس لباس پہننے کی وجہ** | جبکہ عید کا دن خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے خاص ضیافت و مہمانی کا دن ہے تو اس میں ضرور ہوا کہ خدا تعالیٰ کی یہ خاص ضیافت جو کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہے۔ وہ عمدہ اور نفیس طعام سے ہو اور اس کی قدر کی جائے، لہٰذا خداداد نعمائے الٰہی سے خدا تعالیٰ کی طرف سے عمدہ کھانے پکائے جائیں اور اکل و شرب و لباس میں حدِ جائز تک وسعت کی جائے۔ کیونکہ اسی میں خدا تعالیٰ کی ضیافت و دعوت کی تعظیم و تکریم پائی جاتی ہے۔ اور چونکہ یہ ضیافت الٰہی کا دن ہے اس لئے مومن کو چاہیئے کہ کھانے میں توسیع کرے اور غرباء کی خبر گیری کرے۔

باقی صفحہ ۵۵ پر

حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج و جنرل سیکرٹری
مسلم اکاڈمی لاہور

ہر دینی درس گاہ میں خواہ وہ ایک چھوٹا مدرسہ ہو یا بڑا دار العلوم دار الکتب موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مدارس عربیہ کے اساتذہ کرام اور مہتمم حضرات کے ذاتی کتب خانے بھی ہیں، ان کتب خانوں میں عام طور پر دو چار قلمی کتب، مخطوطات اور نادر کتابیں جمع ہیں۔ خصوصاً عربی فارسی زبانوں کے نادر اور نایاب نسخے موجود ہیں۔

ہم اپنے ذاتی علم اور مشاہدہ کی بنا پر بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ سندھ کے مدارس عربیہ میں اور بالخصوص اضلاع ٹھٹھہ، خیرپور اور اس نواح کے متعدد مقامات پر علمائے کرام اور مشائخ عظام کے خاندانی کتب خانے اور دینی ذخائر سے معمور ہیں۔

موجودہ جائزہ کا ابتدائی منصوبہ تیار کرتے وقت ہم نے فیصلہ کیا کہ ان علمی ذخائر کی ایک جامع فہرست شامل کتاب کریں گے۔ جس سے طالبانِ علم اور محقق حضرات کو بہت آسانی حاصل ہو سکے گی۔ اور بیرونی دنیا کو بھی ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے گا۔

اس مقصد کے لئے ابتدائی سوالنامہ میں ایک مستقل سوال شامل کیا گیا پھر دوبارہ تمام مرکزی اور غیر مرکزی اہم مدارس کو قلمی کتب کے بارہ میں ایک خصوصی سوالنامہ ارسال کیا گیا۔ چنانچہ ہمیں ۲۶ مدارس کی طرف سے جوابات وصول ہوئے۔ بعض نے اپنے کتب خانوں کے مخطوطات کی خاصی طویل فہرستیں ارسال فرمائیں۔ ہم ان سب حضرات کے شکر گزار ہیں۔

تحقیق و جستجو کا ذوق رکھنے والے حضرات کو اس بات سے ضرور افسوس ہوگا کہ ان بیش بہا علمی ذخائر کے حامل بعض حضرات نے معارف پروری سے گریز کیا ہے۔ تساہل سے زیادہ اس کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ خود ان حضرات کے پاس اپنے کتب خانوں کی فہرستیں موجود نہیں ہیں۔ ان اصحاب کو قلمی

کتب اور مخطوطات کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو تو یہ کام چنداں مشکل نہیں، بہ آسانی اور تھوڑے سے خرچ کے ساتھ فہرستیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ اگر جلد اس طرف توجہ نہ دی گئی تو ہمیں خدشہ ہے کہ یہ قومی سرمایہ ضائع ہو جائے گا۔ اور یہ ایک عظیم المیہ ہوگا۔

مخطوطات اور قلمی کتب کے بارہ میں ہمارا سوالنامہ اور استفسار بڑا واضح تھا۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسے سمجھنے میں غلطی لگی۔ اور بعض حضرات نے مطبوعہ اور مروجہ کتابوں کی نقول، ذاتی مسودات، اور یادداشتوں کو بھی قلمی کتب اور مخطوطات کی فہرست میں شامل کر دیا۔ ہم بصد معذرت انہیں حذف کر کے صرف تاریخی اہمیت کی حامل قلمی کتب اور مخطوطات کی فہرست فن وار پیش کر رہے ہیں۔

## قرآن مجید اور تفسیر قرآن

قرآن مجید کے متعدد قلمی نسخے مدارس عربیہ کے دارالکتب میں موجود ہیں، ان میں سے صرف چند اہم نسخہ جات کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ دارالاحسان سالار والا (لائل پور) میں قرآن مجید کے کثیر قلمی نسخے ہیں۔

| کتاب | تفصیل | مقام |
|---|---|---|
| ۱۔ قرآن مجید | بقلم حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ سن کتابت ۱۱۲۴ھ | مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی (بہاولنگر) |
| ۲۔ قرآن مجید | بقلم مشہور ترک خطاط حافظ عثمان سن کتابت ۱۰۹۴ھ | مدرسہ صبغۃ الفیض سومرو فقیر شہداد پور |
| ۳۔ الجزء الاول من آیات الاحکام | فقہی ابواب کی ترتیب پر آیات احکام کی تفسیر | دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |
| ۴۔ تفسیر حسینی | حسین بن علی واعظ کاشفی سن کتابت ۱۰۵۰ھ | دارالعلوم عثمانیہ شمس آباد (کیمبل پور) |
| ۵۔ تفسیر منظوم اردو | شیخ امیر علی سن کتابت ۱۲۷۱ھ (دو جلدوں میں سورۂ بنی اسرائیل سے آخر تک) | مدرسہ انوار الاسلام ۔ ملتان |
| ۶۔ تفسیر الکلام (فارسی) | از حافظ عبد الغفور کاتب امان اللہ سن کتابت ۱۱۳۳ھ | دارالعلوم تعلیم الاسلام اوڈانوالہ ماموں کانجن (لائل پور) |
| ۷۔ بے نقط تفسیر (فارسی) | علامہ فیضی | جامعہ نوریہ رضویہ ۔ ملتان |
| ۸۔ تفسیر احمدی (عربی) | ملا احمد جیون کتابت ۱۲۰۰ھ | جامعہ فیضیہ رضویہ بہاول پور |

## حدیث اور شرح حدیث

| کتاب | تفصیل | مقام |
|---|---|---|
| ۱۔ صحیح بخاری چار پارے سندھی ترجمہ | کاتب مولوی عبد اللہ ٹھٹھری سن کتابت ۱۳۲۸ھ | مدرسہ مدینۃ الاسلام بھینڈیلو (حیدر آباد) |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۔ مستدرک حاکم | از ابو عبداللہ امام حاکم کاتب الفنوی سن کتابت ۱۱۱۷ھ کوئی صحابی خرید کر دہلی لایا۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کے کتب خانہ میں داخل ہوئی۔ عابد یار خاں کتابدار کی مہر لگی ہے۔ وہاں سے سندھ آئی۔ مخدوم محمد معین ٹھٹھوی کی اور علی نواز شکارپوری کی مہریں لگی ہیں۔ پھر دکن گئی آخر وہاں سے پھر سندھ دوبارہ آئی۔ | شاہ ولی اللہ کالج منصورہ (حیدرآباد) |
| ۳۔ حدیث العابد صاحب الشجر | کتابت ۹۹۰ھ | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاون کراچی |
| ۴۔ حاشیہ مشکوٰۃ (فارسی) | حسین علی قنوجی کتابت ۱۲۲۲ھ | " " |
| ۵۔ تیسیر القاری شرح بخاری مع شرح شیخ الاسلام | سنہ ۱۲۹۸ھ مملوکہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی | مدرسہ صبغۃ الفیض گوٹھ سومر فقیر شہدادپور |
| ۶۔ کتاب اربعین | ابو طاہر محمد بن احمد السلفی الاصفہانی | دارالعلوم بنوں۔ |
| ۷۔ اربعین غزالی | امام غزالیؒ | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاون کراچی |

## عقائد و فقہ

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ نبراس | از مولانا عبدالعزیز کاتب مولوی گل محمد سندھی ۱۳۰۹ھ | مدرسہ شمس العلوم وان بھچراں (میانوالی) |
| ۲۔ اخوند یوسف حاشیہ شرح عقائد جلالی | محمد شریف بخاری کاتب عبدالصادق بن عبدالخالق سن کتابت ۱۲۲۳ھ | دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |
| ۳۔ نقایہ (مختصر وقایہ) حواشی علامہ شمونی | صدر الشریعہ (زبان عربی) | دارالعلوم عبیدیہ نقشبندیہ ڈیرہ غازی خاں۔ |
| ۴۔ مختصر الوقایہ تاج الشریعہ | کاتب مولانا عارف | دارالعلوم بنوں۔ |
| ۵۔ نصاب الاحتساب | قاضی ضیاء الدین (زبان عربی) | دارالعلوم عبیدیہ نقشبندیہ ڈیرہ غازی خان۔ |
| ۶۔ کشف الرین بمسئلہ رفع الیدین | مولانا مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی۔ کاتب قاضی فتح الرسول نظامانی سن کتابت ۱۱۹۰ھ | مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بھینڈہ (حیدرآباد) |
| ۷۔ منیۃ المصلی حلبی | کاتب حافظ احمد یار کتابت ۱۲۵۲ھ | " " |

| کتاب | مصنف / کاتب | مقام |
| --- | --- | --- |
| ۸۔ کتاب ابی اللیث (عربی) | ابو اللیث | مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بھینڈہ۔ (حیدرآباد) |
| ۹۔ نور الایضاح | علامہ شرنبلالی کتابت ۱۱۵۵ھ | " " |
| ۱۰۔ فتوح العقائد (فارسی) | از فتح محمد عبدالحمید کاتب، محمد صالح کتابت ۱۱۰۳ھ | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی |
| ۱۱۔ سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح | مولوی نواب علی کاتب تاج محمد کتابت ۱۲۷۸ھ | " " |
| ۱۲۔ الفصول فی الاصول | علامہ جصاص رازی (۲ جلدیں بڑا سائز) منقول از دارالکتب المصر کتابت ۱۳۴۰ھ | " " |
| ۱۳۔ کتاب نافع | ابوالقاسم بن یوسف الحسینی کتبہ ذوالحجہ ۷۵۶ھ | مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی (بہاولنگر) |
| ۱۴۔ توضیح | علامہ تفتازانی کاتب محمد صادق گلال ۱۲۸۳ھ | مدرسہ دارالقرآن۔ بیہڑ (دادو) |

## تصوف واخلاق ومواعظ

| کتاب | مصنف / کاتب | مقام |
| --- | --- | --- |
| ۱۔ اوراد فتحیہ | سید علی ہمدانی | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی |
| ۲۔ اوراد فتحیہ | شیخ عبدالمطلب بن حاجی طالب سن کتابت ۱۱۱۵ھ فی بلدہ سمرقند | دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک |
| ۳۔ شرح فتوح الغیب شیخ عبدالحق دہلوی | کاتب ابن حاجی رضا۔ ۲۹ رجب ۱۰۸۱ھ | " " |
| ۴۔ خلاصہ شرح تعرف | مصنف ابوبکر محمد بن اسحٰق الکلاباذی، شارح ابوابراہیم اسمٰعیل بن محمد البخاری، سن کتابت ۱۰۲۰ھ مہر ۱۱۷۷ھ | " " |
| ۵۔ شرح عین العلم (فارسی) | مولانا فخرالدین دہلوی نبیرہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ کتابت ۱۹ شعبان ۱۲۷۹ھ۔ صفحات ۴۹۰ | دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد |
| ۶۔ حاشیہ شرح فصوص (عربی) | محمد صادق | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی |
| ۷۔ کاشف الجلیات | مولانا ابوالفتح علی قریشی ۴۵ صفحات | " " |
| ۸۔ مرأۃ العارفین (فارسی) | مسعود بک (۳۰ ورق) | " " |
| ۹۔ رسالہ اسرار العارفین | ابو علی شاہ قلندر کتابت ۱۱۸۲ھ | " " |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۰۔ نظم خطابات غوثیہ (فارسی) | عبدالواحد کاتب محمد بن شیخ میراں ۱۲۸۰ھ | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی |

## تصوف و اخلاق

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱۔ لوائح جامی | مولانا جامی کتابت ۱۱۷۳ھ | " " |
| ۱۲۔ لمعات عراقی | تحشر لعیت عراقی (۴۸ صفحات) | " " |
| ۱۳۔ شرح لمعات عراقی | کاتب سید امام الدین نقوی کتابت ۱۳۳۴ھ | " " |
| ۱۴۔ مکتوب (فارسی) | شیخ عبدالحق جیلانی (۲۴ صفحات) | " " |
| ۱۵۔ رسالہ چہل مشاہدات | کاتب سید امام الدین نقوی، کتابت ۱۳۳۴ھ | " " |
| ۱۶۔ سیر مقامات وجودیہ (فارسی) | معظم خاں قادری، کتابت ۱۱۸۲ھ | " " |
| ۱۷۔ حل الرموز و مفاتیح الکنوز | ابن العربی | " " |
| ۱۸۔ ذخیرۃ الملوک (فارسی) | سید علی بن شہاب الدین ہمدانی۔ کتابت ۱۰۸۷ھ | " " |
| ۱۹۔ سلک السلوک (فارسی) | " " " | " " |
| ۲۰۔ کلید مخازن (فارسی) | محمد غوث گوالیاری، کاتب سید امام الدین ۱۲۹۵ھ | " " |
| ۲۱۔ شرح عین العلوم (فارسی) مؤلفہ محمد بن عثمان بلخی | شارح فخرالدین محب اللہ نبیرہ شیخ عبدالحق دہلوی | دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد |
| ۲۲۔ رسالہ در شرح اصطلاحات تصوف و ابحاث مفیدہ | محمد بن محمد بن محمود الحافظی بخاری | دارالعلوم عثمانیہ شمس آباد (کیمبل پور) |
| ۲۳۔ بحر القدس (لب لباب معنوی) (فارسی نظم) | حسن بن علی واعظ کاشفی کاتب راجو رام بواسطہ مرزا مراد نیک ایلین سن کتابت ۱۰۸۸ھ | مدرسہ بدر العلوم مدینہ بہاولپور |
| ۲۴۔ رسالہ جہاں نما | علامہ بصری کاتب محمد حسین سندھی سن کتابت ۱۲۱۵ھ | مدرسہ شمس العلوم جامعہ مظفریہ وان بھچراں (میانوالی) |
| ۲۵۔ مفتاح المخزن شرح فارسی مخزن الاسرار | سنہ ۱۲ جلوس سلطان اورنگ زیب عالمگیر (۳۰۰) صفحات | مدرسہ اشاعت العلوم۔ لائل پور |

## مواعظ

| کتاب | مصنف / کاتب | مقام |
| --- | --- | --- |
| ۱۔ کنز العرفان فی المواعظ والایقان | کاتب حسین بن حسن بن اسمٰعیل ۱۲۳۲ھ | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی |
| ۲۔ روضۃ الواعظین | ملا معین ہراتی واعظ ۱۰۸۵ھ | 〃 |
| ۳۔ رشید المجالس وعدۃ الاسلام | ابو نصیر محمد بن عبد الرحمٰن ہمدانی، کاتب حافظ شیخ محمد | دار العلوم عثمانیہ شمس آباد (کیمبل پور) |

## تاریخ وسیرت

| کتاب | مصنف / کاتب | مقام |
| --- | --- | --- |
| ۱۔ سلک الدرر (عربی) | حافظ محمد صدیق لاہوری (بے نقط عربی زبان میں) | دار العلوم عبیدیہ نقشبندیہ ڈیرہ غازی خان |
| ۲۔ روضۃ الشہداء | مصنف حسین کاشفی۔ کاتب محمد اسلم بن شیخ غلام محمد ربیع الثانی ۱۱۵۰ھ | دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |
| ۳۔ تواریخ گزیدہ (فارسی) | حمد اللہ مستوفی | دار العلوم نقشبندیہ ڈیرہ غازیخان |
| ۴۔ پوتھی بھگوت (فارسی) | تاریخ ہنود | 〃 |
| ۵۔ تحفہ قادریہ (فارسی) | حضرت شاہ ابو المعالی لاہوری (تقطیع خورد) کاتب باقر کشمیری۔ سن کتابت ۱۰۴۳ھ | رسالہ اشاعت العلوم۔ لائل پور |
| ۶۔ قصیدہ بردہ (منظوم پنجابی ترجمہ) | نامعلوم الاسلام | دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد |
| ۷۔ شرح عقائد بانت سعاد | قاضی شہاب الدین دولت آبادی۔ کاتب احمد بن میانجی شیخ بن عمر۔ کتابت ۹۹۰ھ | دار العلوم اسلامیہ نیوٹاؤن۔ کراچی |
| ۸۔ شرح بانت سعاد | صدر بن حسام بنیانی کتبہ ۳۰ محرم ۱۱۴۰ھ | مدرسہ دار القرآن میہڑ (دادو) |

## منطق وحکمت

| کتاب | مصنف / کاتب | مقام |
| --- | --- | --- |
| ۱۔ تحفہ سلطانی حکمت نظیری | شیخ الاسلام محمد جعفر اصفہانی کاتب محمد نجیب سن کتابت ۱۲۲۹ھ | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی |
| ۲۔ جدید شرح الیساغوجی | محمد گھلوی کاتب محمد حسن الکندی سن کتابت رجب ۱۲۹۳ھ | مدرسہ دار القرآن میہڑ (دادو) |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۔ حاشیہ ایساغوجی | ملا عنایت کاتب مولوی غلام حسین شادری | مدرسہ اشاعت العلوم۔ لائل پور |
| ۴۔ حاشیہ سری مع زیادہ شرح } | مولوی حمید اللہ صاحب | دار العلوم بنوں۔ |
| ۵۔ قاضی محمد مبارک } | | |
| ۶۔ مجمل الحکمت (فارسی) | عربی سے فارسی میں ترجمہ بحکم شاہ امیر تیمور گورگان | مدرسہ اشاعت العلوم۔ لائل پور |
| ۷۔ شرح حاشیہ زاہدیہ بر شرح مواقف } | مولانا محمد عبد الحق خیر آبادی | " |

## ادب و انشاء

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ شرح مقامات حریری (فارسی) | حسب ارشاد مفتی صدر الدین صدر الصدور دہلی ۱۰ ربیع الاول ۱۲۵۸ھ | دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |
| ۲۔ ضوء المعالی ببدأ الامالی (عربی) | ملا علی قاری (۲۷ ورق) | دار العلوم اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی |
| ۳۔ درج المعانی فی شرح بدالامالی (عربی) | عز الدین بن المفاخر۔ کتابت سن ۱۰۱۱ھ | " |
| ۴۔ قران السعدین (نظم فارسی) | از امیر دہلوی کاتب حکیم مراد بخش جمادی الثانی ۱۱۱۹ھ | دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |
| ۵۔ انشائے خلیفہ (فارسی) | از خلیفہ شاہ محمد کاتب حفیظ اللہ جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ | " |
| ۶۔ منظوم رسائل اردو | میر افضل علی کاتب میر عبد اللہ حسنی سن کتابت ۱۲۶۲ھ | دار العلوم اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی |
| ۷۔ انشائے خاص (فارسی) | مولانا معین الدین منشی کاتب محمد باقر سن ۱۱۶۰ھ | " |
| ۸۔ انشاء ابو الفضل | کاتب سجان محمد بن مطف علی سن کتابت سن ۱۲۰۰ھ | مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی (بہاولنگر) |
| ۹۔ بے نقط فارسی اشعار (حمد و نعت) | (۲۴ صفحات) باریک خط | مدرسہ اشاعت العلوم۔ لائل پور |
| ۱۰۔ امیر (فارسی) مع دیوان | کتابت سن ۱۲۹۵ھ تقطیع خورد | " |
| ۱۱۔ شرح سکندر نامہ (فارسی) | محمد نصیر بن سلطان سفیانی ۱۲۲۸ھ | دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |

## طب

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ استر آبادی شرح قانونچہ | مصنفہ الحسین بن محمد الاستر آبادی، کاتب حافظ خدا بخش ۱۴ جمادی الثانی ۱۲۲۶ھ | " |

| کتاب | تفصیل | مقام |
|---|---|---|
| ۲. طب یوسفی | مصنفہ یوسفی بن محمد یوسف الطبیب۔ کاتب علی احمد۔ کتابت شنبہ ۱۰ر شعبان ۱۱۶۴ھ | دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |
| ۳. کتب چہارم از ذخیرہ خوارزم شاہی | کاتب گل حسن بن میاں نور ۱۹ر رمضان ۱۲۶۵ھ | " " |
| ۴. فہرستنامہ سنگسکرت | کاتب خواجہ محمد ساکن سنقرا ۵ر جمادی الثانی ۱۲۵۷ھ | " " |
| ۵. مطلوب النساء والرجال | مصنفہ حکیم غلام حسین بصری | مدرسہ جعفریہ دار الفیض |
| ۶. نسخہ نادرہ صادق المقال | کاتب نور رشید احمد شاہ۔ کتابت ۱۳۱۳ھ | فتح پور کمال (رحیم یار خان) |
| ۷. طب اورنگ شاہی | کاتب عارف ولد شیخ طبیب۔ کتابت ۱۱۳۳ھ | مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی (بہاولنگر) |
| ۸. طب النبی | کاتب لطف علی بن نور احمد سن کتابت ۱۲۱۲ھ | " " |
| ۹. الفاظ الادویہ | نور الدین محمد عبد اللہ جراحی شاہی طبیب شاہجہان | دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |
| ۱۰. میزان الطب | محمد اکبر کاتب محمد سعید ولد عزت بخش ۱۲۳۹ھ | " " |

## ہئیت و ہندسہ

| کتاب | تفصیل | مقام |
|---|---|---|
| ۱. کتاب ماناؤس فی الاکر | علم ہئیت سن کتابت شعبان ۷۶۳ھ | مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی (بہاولنگر) |
| ۲. برجندی شرح بست باب (فارسی) | مولانا عبد العلی برجندی | دار العلوم بنوں۔ |
| ۳. شرح رسالہ قوشجی (فارسی) | | " |

## متفرق کتب

| کتاب | تفصیل | مقام |
|---|---|---|
| ۱. اسماء الرجال | عبد الحمید سندھی (سن کتابت ۱۲۰۴ھ) | مدرسہ مدینۃ العلوم بھینڈ (حیدر آباد) |
| ۲. اسنی المطالب فی نجات ابی طالب | سید احمد زینی دحلان مکی (مفتی مکہ مکرمہ) | جامعہ فیضیہ رضویہ بہاول پور |
| | کاتب یعقوب بن شیخ عثمان سن کتابت ۹۹۱ھ | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی |
| ۳. شرح نام حق (فارسی) | ابو نصر المولوی کاتب میر عبد اللہ حسنی گلشن آبادی سن کتابت ۱۲۵۰ھ | " " |

| | | |
|---|---|---|
| ۴. مکتوب خواجہ معین الدین اجمیریؒ | بنام خواجہ قطب الدین قطب | مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی |
| ۵. کشف الدقائق ترجمہ دقائق الحقائق | بدر الدین المعروف سید بابو کتابت محمود خان ۱۱۷۹ھ | " " |
| ۶. رسالہ شرح سمائ | سید عبد الفتاح کاتب سید امام الدین نقوی ۱۲۳۰ھ | " " |
| ۷. حاشیہ شرح جامی (حسام علی الکام) (فارسی) | مولانا غلام حبیب اللہ ولد مولانا محمد منیر شمس آباد | دار العلوم عثمانیہ شمس آباد (کیمبل پور) |
| ۸. فتاویٰ | محمد ہاشم ٹھٹھوی | مخزن العلوم عیدگاہ خان پور (رحیم یار خان) |
| ۹. فلاح المومنین | براہوی زبان میں | دار العلوم افضل المدارس نوشکی ضلع چاغی (بلوچستان) |
| ۱۰. فوائد برہانیہ علی فوائد تفتازانیہ | مولانا برہان الدین۔ کتابت ۱۲۰۷ھ | شمس العلوم وان بھچراں (میانوالی) |
| ۱۱. سعدیہ شرح زنجانی | مسعود بن القاضی تفتازانی کاتب عبد الحمید ولد عبد الشفیع کتبہ رجب ۱۲۲۶ھ (لیان ریاست دیر) | دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) |

(بقیہ: لاہوری مرزائی)

کی دلیل بن سکتا ہے۔ نہ ان کا یہ کہنا کہ ہم تو مسلمانوں کو کافر نہیں سمجھتے اور اب تو قادیانیوں کی جماعت ربوہ کے امام نے بھی ازراہ تقیہ مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کی خاطر اپنے متبعین کو مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے اور معاشرتی وسماجی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ کیا ان کا اس طرح کہنے سے وہ مسلمان کہلا سکیں گے ؟ اگر مرزائی ہم مسلمانوں کو کافر نہ بھی کہیں تو کیا وہ دائرہ کفر سے نکل سکیں گے ؟ ہرگز نہیں بلکہ جب تک مرزا کے بارہ میں اپنے عقائد کفریہ سے رجوع نہ کیا جاوے اسلام انہیں کافر، مرتد، واجب القتل اور جہنمی قرار دے گا۔ آپ نے اپنے سوال میں جس شخص (سرکاری امام خواجہ قمر الدین) کا ذکر کیا۔ اگر انہوں نے غلط فہمی اور لاعلمی کی وجہ سے لاہوری مرزائی کی اقتداء کی یا اسے مسلمان سمجھتا رہا تو اسے نادم اور تائب ہو کر اپنے موقف سے رجوع کرنا چاہیئے اور اگر اب بھی وہ لاہوری مرزائیوں کے بارہ میں اپنی رائے پر مصر ہے۔ تو اسے منصب امامت سے ہٹانا اور معزول کرانا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔ (سمیع الحق مدرس دار العلوم حقانیہ و مدیر ماہنامہ الحق)
۱۲ رمضان المبارک ۹۳ھ

فی بلاد الاطہار
المدینۃ المنورۃ سپیہ ۲۱ صفر ۱۳۹۴ھ

احمد محمد محمود مدنی

# دارالعلوم حقانیہ

## سعودی عرب کے روزنامہ المدینہ کے تاثرات

پچھلے دنوں سعودی عرب کے صحافیوں کے ایک وفد نے دارالعلوم حقانیہ کا معائنہ کیا، اس وفد کے ارکان نے اخبارات میں اپنے وقیع تاثرات کا اظہار کیا یہاں ہم سعودی عرب کے کثیر الاشاعت روزنامہ المدینۃ المنورہ سے جناب احمد محمد محمود صاحب کے تاثرات معہ ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ ــــ ادارہ ــــ

وکان اول برنامجنا ان نزور مدرسۃ دارالعلوم الحقانیۃ فی (اکوڑہ ختک) خارج مدینۃ بشاور۔

وھذہ المدرسۃ ھی فرع کبیر لدوحۃ علمیۃ عظیمۃ تاسست فی الھند وکانت مصدر التخریج عمالقۃ فی العلوم الاسلامیۃ فی "دیوبند"

وبعد تقسیم شبہ القارۃ الھندیہ وانشاء دولۃ باکستان اراد اولٰئک الرواد الاوائل وفی مقدمتھم الشیخ عبدالحق المحدث انشاء مدرسۃ علی غرار دارالعلوم فی دیوبند فی دولۃ الباکستان الفتیۃ لنشر المعارف الاسلامیۃ واعداد رجال الدعوۃ والتبلیغ وقد خرجت ھذہ الدار حتی الآن ۲۰۰۰ خریج یساھمون فی نشر الاسلام والتبلیغ والدعوۃ الی اللہ فی اوربا، وامریکا، وافریقیا وشبہ القارۃ الھندیۃ خاصا۔

وفی ھذہ الدار الآن ۱۰۰۰ طالب فیھم تلامیذ من ٦ سنوات حتی الشیخوخۃ کلھم یطلب العلم او یستزیدہ۔

وکل الطلاب القادمین من خارج قریۃ (اکوڑہ) التی تقع علی مشارفھا ھذہ الدار یتم توفیر العلاج والمسکن والماکل والمصروفات الاخری لہ مجانا۔۔ بالاضافۃ الی الکتب الدراسیۃ واولٰئک الطلاب یاتون من الصین وروسیا وایران، وافغانستان وتایلاند للدراسۃ فی ھذہ الدار۔۔ او الجامعۃ بالاحری۔

والدار بها ۳ مراحل دراسية يحصر فيها الطالب ۹ سنوات والفترة الدراسية صباحية ومسائية موزعة بين ۷ ساعات كل يوم ....

الدار تشكو نقصا ملحوظا فى الكتب .خاصة الكتب التى تعلم اللغة العربية .. وذكر لى شير على شاه استاذ اللغة العربية فى هذه المدرسة انهم يتمنون ان تساعدهم الحكومات العربية ، والهيئات الاسلامية الاخرى بمجموعة من الكتب الدراسية فى مناهج قواعد اللغة والنحو والصرف والبلاغة لتعينهم على الارتقاء بمستوى دراسة العربية الى المستويات العصرية .

وميزانية هذه الدار تاتيها من تبرعات الاهالى ، والاثرياء ... وقد حرص مؤسسوها على توفير جو الحرية العلمية لهذه الدار وذلك لانهم لايحبذون مساعدة حكومية ....

لهذه تاتى مساعدات مالية لهذه الدار من امريكا وبريطانيا من المسلمين الباكستانيين هناك ....

وفى نية هذه الدار ادخال التعليم العصرى مستقبلا متى ما توفر لها التمويل اللازم لادخال العامل وافتتاح اقسام لتعليم الطب وغيره ....

ومن منطقة الحدود الشمالية الغربية — بيشاور — وما حولها انطلقت دعوة السيد مفتى محمود عضو البرلمان الباكستانى على ان تكون — اللغة العربية — هى اللغة الرسمية فى الباكستان .

وعلل السيد مفتى محمود طلبه هذا بسببين احدهما داخلى واخر خارجي .

اما السبب الداخلى فهو لان باكستان بها اقاليم كثيرة : فهناك الحدود الشمالية الغربية — البنجاب — السند — بلوخستان — ولكل هذه الاقاليم لغاتها — فلغة اقليم الحدود هى البشتو .. ولغة البنجاب البنجابية والسند السندية والبلوخستانية : البلوشية فلابد اذن ان تكون لهذه الدولة لغة واحدة جامعة تجمع اهل الباكستان ... ولا تتوفر شروط كافية لهذه اللغة الجامعة فى غير اللغة العربية .

فاللغة الانجليزية هى السائدة الان : لكن لابد من التخلص من هذه اللغة واحلال العربية مكانها ...

الامر الثانى هو ان اللغة العربية هى لغة الاسلام ولغة القرآن ولغة اخواننا العرب

وهي الصلة الوحيدة للتعاون بين الدول الاسلامية كلها -- فلابد من دراستها --

شئ هام اثار الدهشة في نفوسنا ونحن على مشارف مدرسة دار العلوم الحقانية -

فبينا كنا على وشك الانحدار اليها من الطريق الرئيسي رأينا صفوفا من الطلاب على جانبي الطريق يحملون الورود والزهور -- ورأينا من بعيد قوسا من اقواس النصر نستطيع ان نتبين فيه كلمة اهلا وسهلا --

اول ما دار في ذهني ان كبير وزراء المنطقة - في اضعف الاحتمالات - سيزور هذه المدرسة اليوم لهذا استعدادها بما يستحق من وسائل الترحيب -

ولكن ما ان توقفت السيارة حتى وجدناه عجبا -

صفوف طويلة من الطلاب على جانبي الطريق الطويل المؤدي الى مبنى الدار تهلل وتكبر وتهتف بصوت واحد :

... بحيا رائد التضامن الاسلامي الملك فيصل ... اهلا وسهلا بضيوفنا القادمين من الاراضي المقدسة -

..... والتفتت ابحث عن الزميل راشد محمد الراشد الذي كان معي في السيارة وقد دخل عليه البرد من مكان -- وكان يمني لنفسه الاماني ان يجد مكانا يدثره من هذا البرد الذي قال انه لم يشهد له مثيلا :

... تلفتت ابحث عنه واذا هذه النداءات قد فاجأته من كل مكان -- واذا هو يخطو خطوات خفيفة وسريعة بين ترحيب اساتذة وطلاب الداريه ... لقد طار البرد ---- وحق لهذا الحماس ان يمزق حجبه تمزيقا -

-- يا للفرق الشاسع -- كنا نحن الذين نشارك في الارتصاص للترحيب بالضيوف القادمين الى بلادنا -- وكان ابعد شئ على اذهاننا ان يكون لنا : هذا الاستقبال الحماسي المثير الذي لا يليق مثله الا الزعماء ---- والرؤساء ---- وما نحن بزعماء ---- ولا رؤساء ---- وانتهينا من تلك الزيادة ، ولم نصدق ما حصل لنا .. اجتمعت صدمة المفاجاة ، بفخامة الاستقبال ؛ فكان مزيجا من دفقة تامل في كل ذلك الموقف -

--- ما الذي دعى اولئك الرجال وكثير منهم يحن في حساب العمر ابناؤه ان لم نكن احفاده ان يغرقونا بهذا الكرم المثير -

--- لم یکن امامی الا تفسیر واحد ولم اسمح لنفسی ان یکون لی غیرہ : ان ذلک الشعور بالاحترام ومظاهر الاکرام التی قوبلنا بها انما هی رمز، مجرد رمز، لما یکنہ اولئک المسلمون من اقصی الحب الاسلامی لهذہ الارض التی جئنا منها : الجزیرۃ العربیۃ التی بها الاراضی المقدسۃ حیث شع الاسلام۔

--- شیر علی شاہ مدرس العلوم العربیۃ بهذہ الدار تکلم فی حفل خطابی اقیم عندہ ومما تزال کلماتہ ترن فی اذنی :

" اننا قاصرون عن اداء فرائض الضیافۃ --- لابناء اولئک الرجال الذین اسبغوا علینا نعمۃ الاسلام وعلموا العجم فی هذہ البلاد الدین "

--- فضل الرحمن ابن الشیخ مفتی محمود الذی کان کبیرا لوزراء المنطقۃ تلی فی ذلک الحفل ایات من القرآن الکریم --- ما تزال حلاوتها فی اذان کل الوفد الصحفی حتی هذہ الساعۃ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وهو العزیز الحکیم --- یا ایها الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون، کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون --- ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانهم بنیان مرصوص، واذ قال موسی لقومہ یا قوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبهم واللہ لا یهدی القوم الفاسقین

--- تلی الشیخ فضل الرحمن کل سورۃ " الصف " بترتیل جمیل جمع بین جمال الصوت والتجوید فکنا ننصت بکل ما نملک من خشوع الی الایات البینات وهی تنزل فی اذاننا حلاوۃ وطلاوۃ۔

--- زیارتنا لهذہ المدرسۃ قلت فی نظرنا زیارۃ ای شئ اخر فکان لنا من رجل سلوک الطریق الذی سلکتہ الغزاۃ "ممر خیبر" عودۃ الی روالبندی۔ ★★★

## ترجمہ

آج ہمارا اوّلین پروگرام تھا۔ کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی زیارت کریں۔ --- یہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ درحقیقت اس عظیم علمی شجر دارالعلوم دیوبند کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔ جو ہندوستان میں قائم کیا گیا تھا۔ جو علوم اسلامیہ کے متبحر فضلاء کا مصدر ہے --- تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان معرض وجود میں آیا۔ تو ان بیشتر ولوں نے (جن کے سرخیل حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث تھے۔) دارالعلوم دیوبند کی نہج پر

ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو نوخیز پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کے لئے علماء مہیا کرے۔ اور اب تک اس علمی ادارہ سے دو ہزار فضلاء سند فراغت حاصل کر چکے ہیں، جو یورپ امریکہ افریقہ اور پاکستان کے اطراف و اکناف میں اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اور اس مدرسہ میں حالاً ایک ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں جن میں چھ سالہ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک حصول علم میں مصروف ہیں۔ اور یہ مدرسہ تمام بیرونی طلبہ کے معاشی ضروریات علاج ادویہ، رہائش، طعام اور دیگر اخراجات کا متکفل ہے اور جملہ طلبہ کو درسی کتابیں دارالعلوم کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ اور یہ طلبہ سرحدات چین و روس، ایران، افغانستان، تھائی لینڈ اور پاکستان کے قرب و جوار اور دور دراز سے اس مدرسہ بلکہ علمی یونیورسٹی کو حاضر ہوتے ہیں۔

دارالعلوم میں درس و تدریس کے تین مراحل ہیں۔ ہر مرحلہ میں تین سال گزرنے سے طالب علم کو مجموعی طور پر حصول علم میں نو سال صرف کرنے پڑتے ہیں — اوقات تعلیم صبح و شام سات گھنٹے ہیں۔ دارالعلوم کو کتابوں کی کمی کی شکایت شدت کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے۔ خاص کر وہ کتابیں جو لغت عربی میں مدد دے سکیں۔ اور مجھے بشیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ نے یہ بھی تذکرہ کیا کہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ قواعد لغت نحو، صرف، بلاغت پر مشتمل کتابوں کی اعانت کے سلسلہ میں عرب ممالک کی توجہ کا متمنی ہے۔ تاکہ طلبۂ علوم دینیہ دور حاضر کے مطابق عربی تقریر و تحریر پر عبور حاصل کر سکیں۔

بفضلہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کے جملہ اخراجات مسلمان قوم کے تبرعات و اعانت سے پورے ہوتے رہتے ہیں۔ بانیین دارالعلوم کی یہی کوشش ہے کہ دارالعلوم اسلامی علوم کی اشاعت و ترویج میں آزاد اور خود مختار ہو اور یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم حکومت کی اعانت کو محبوب نہیں سمجھتا۔ پاکستان اور دیگر ممالک اسلامیہ میں رہنے والے مسلمان اس ادارہ کی اعانت فرماتے رہے ہیں۔ اور دارالعلوم کے عزائم میں سے ہے کہ موجودہ عصری علوم کو بھی دارالعلوم میں داخل کر دیا جائے۔ جبکہ مناسب مالی قوت میسر ہو جائے جس سے تمام ضروری شعبے بروئے کار لا سکیں۔

اس طرح فن طب کی تعلیم و تدریس کا بھی دارالعلوم ارادہ رکھتا ہے۔ دارالعلوم حقانیہ میں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مفتی محمود صاحب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ پاکستان کی رسمی زبان عربی ہو جائے اور مفتی محمود صاحب نے اس کے لئے دو اسباب بیان کئے ہیں۔ ایک داخلی اور ایک خارجی داخلی سبب تو یہ ہے کہ پاکستان چار مختلف صوبوں میں منقسم ہے جو مختلف زبانیں بول رہے ہیں۔ صوبہ سرحد میں پشتو، بلوچستان میں بلوچی، سندھ میں سندھی اور پنجاب میں پنجابی بولی جاتی ہے۔ پس پاکستان کی مختلف بولیاں

بولنے والی قوم کو متحد کرنے کے لئے لغت عربی کو رسمی زبان قرار دیا جائے۔ انگریزی زبان کو پاکستان سے نکال کر اس کی جگہ عربی زبان کو دینا چاہیئے۔ جو تمام خصوصیات و مزایا کی حامل ہے۔ داخلی سبب یہ ہے کہ عربی لغت اسلام کی لغت ہے۔ قرآن پاک اور حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے۔ اور ہمارے عرب بھائیوں کی زبان ہے اور یہ لغت درحقیقت باہمی اتحاد کا ذریعہ اور ممالک اسلامیہ کے تعاون کا سبب وحید ہے۔

—— ایک اہم چیز جس نے ہمارے دلوں میں رعب برپا کیا جبکہ ہم دارالعلوم حقانیہ کو جی ٹی روڈ سے اترنے والے تھے، ہم نے راستہ کے دونوں جانب طلبہ کے عظیم ہجوم کو قطاروں کی شکل میں دیکھا جو اپنے ہاتھوں میں گلاب اور دیگر قسم کے پھول اٹھائے ہوئے تھے۔ اور کتبوں پر اھلاً وسھلاً کے کلمات درج تھے۔ سب سے پہلے میرے ذہن میں جو خیال گذرا وہ یہ تھا کہ شاید یہاں صوبے کے بڑے وزراء آئیں گے۔ اس لئے انہوں نے ترحیب وخوش آمدید کا یہ انتظام کیا ہے۔ لیکن جب ہماری کار کھڑی ہوئی تو ہم نے عجیب منظر دیکھا، طلبہ کی طویل قطاریں لمبے راستے کے دونوں طرف کھڑی تھیں، جو سڑک سے دارالعلوم تک پھیلی ہوئی تھیں، تکبیر اور تہلیل کے نعرے ایک ہی آواز میں گونج رہے تھے۔ "اسلامی اتحاد کا علمبردار شاہ فیصل زندہ باد" اھلاً۔ سھلاً۔ مہمان حرم خوش آمدید۔

میں اپنے دوست راشد فہد الراشد کو ڈھونڈ رہا تھا جو میرے ساتھ گاڑی میں سردی کو محسوس کر رہا تھا۔ اور وہ کسی گرم مکان میں گرمی حاصل کرنے کا متلاشی تھا —— میں نے بعد از تلاش اسے دیکھا کہ وہ نرم وگرم رفتار میں خراماں تھا، اور طلبہ اساتذہ کے ترحیبی نعروں نے اس سے سردی کو اڑا دیا تھا۔ اور اس اعزاز و تواضع کے سامنے سردی کا حجاب ہٹنا لازمی تھا۔

حیرت و تعجب ہے اس فرق عظیم پر کہ ادھر ہم اپنے شہروں میں ان مہمانوں کی تشریف آوری کے موقعہ پر استقبال میں شریک ہوتے تھے۔ اور یہ بات ہماری عقول سے بہت دور تھی کہ ہمارا بھی ان مہمانوں کی طرح استقبال کیا جائے گا۔ مروت وشجاعت کا یہ استقبال جو صرف زعماء روساء کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ کونسی وہ خصوصیت ہے جس کی بناء پر ان بزرگوں نے ہمارا گرمجوشی سے استقبال کیا، جن کے ہم باعتبار عمر کے اگر نواسے نہیں تو بیٹے تو ضرور ہیں۔

میرے سامنے صرف یہی توجیہ تھی، کہ احترام واکرام کے مناظر صرف اور صرف رمز واشارہ ہیں کہ ہم جزیرہ عرب سے آئے ہوئے ہیں جہاں اسلام کی روشنی دنیا کے گوشوں میں پھیلی ہے ——

شیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ نے استقبالی جلسہ میں خطاب کیا، جس کے کلمات اب بھی میرے

کانوں میں گونج رہے ہیں ___ ہم ان شخصیات کی اولاد کے فرائض مہمان نوازی کی ادائیگی میں قاصر ہیں، جنہوں نے ہم پر اسلام جیسی عظیم نعمت کو پیش کیا اور تمام عجم میں دین اسلامی کی تعلیم دی ___ فضل رحمان مولانا مفتی محمود صاحب وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد کے فرزند ارجمند نے جو دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم ہیں قرآن مجید کی چند آیات سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم یاایھا الذین لم تقولون ما لا تفعلون ۔ خوش آوازی اور دلکش قرأت کے ساتھ تلاوت کیں جنکی حلاوت تمام وفد کے کانوں میں اب تک محسوس ہو رہی ہے۔ ہم پوری قوت سکوت اور خشوع کے ساتھ آیات بینات کو سن رہے تھے اور وہ ہمارے کانوں میں حلاوت و بشاشت مہیا کر رہی تھی۔

اس دارالعلوم کی زیارت نے ہماری نگاہوں میں دیگر مشاہد و تاریخی آثار کی زیارت کی قدر و قیمت کو گھٹا دیا ___ ۔ (ترجمہ از مولانا شیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ)

---

بقیہ : عید کی حقیقت۔

عیدین کی نمازوں میں زیادہ تکبیرات کہنے کی وجہ | تکبیر الٰہی میں خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور اپنا انکسار و ترک ماسوا مدنظر ہوتا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ لوگ عیدین کے دنوں میں بکثرت اپنے شان و شکوہ اور تجمل کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں شروع ہوا کہ خدا تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو اور اس کو مدنظر رکھو کیونکہ اسی نے تم کو اس دن شان و شکوہ کی اجازت دی ہے۔ پس یہ بڑائی و کبریائی اسی کا استحقاق ہے اور ہر تکبیر میں کانوں پر ہاتھ لے جانا ترک کبر ہے و ترک ماسوا کی طرف ایما ہے۔ اور اپنی بڑائی اور عظمت سے تائب ہونے کی تعلیم ہے۔

نیز جہاں کہیں جائز فعل کی کثرت کا اظہار ہو اس کو بحد اعتدال لانے کے لئے اس کے اضداد مقرر ہیں پس عیدین میں کہ جس میں تنعم و تجمل کی کثرت ہے۔ کثرت تکبیرات کا راز کثرت توجہ الی اللہ و ترک التفات ماسوا ہے۔

سمیع الحق

قصہ لندن کی ووکنگ مسجد کی امامت کا

# لاہوری مرزائی

## بھی

# کافر اور خارج اسلام ہیں

## ــــــ ایک استفتاء اور اس کا جواب

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔کل مورخہ ۸ ستمبر بوقت ۲ ۱/۲ بجے دن سابق امام مسجد ووکنگ مسجد محمد طفیل متعلقہ مرزائی فرقہ لاہوری کی ساس کا جنازہ مسجد ہذا میں لایا گیا۔ اور یہاں کے سرکاری امام خواجہ قمر الدین جو کہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت ظاہر کرتے ہیں۔ مرزائی سابق امام محمد طفیل کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔جب کہ چند معززین نے اس حرکت کا محاسبہ کیا۔ تو خواجہ قمر الدین سرکاری امام ووکنگ مسجد نے یہ دلیل پیش کی کہ میں نے اس لئے جنازہ میں شرکت کی ہے۔کیونکہ مرزا محمد طفیل بسا اوقات میرے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے ہیں۔ اور دوسری دلیل یہ پیش کی کہ میں لاہوری مرزائیوں کو کافر نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو صرف مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہم کو کافر نہیں کہتے۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے شخص کے متعلق شرعی فتویٰ سے کماحقہ مطلع فرمادیں۔

عینی شاہدوں کے دستخط مندرجہ ذیل ہیں۔

صابر حسین ــــ محمد شریف ــــ عبدالرحمٰن ــــ ملک احمد خان

لندن۔ انگلینڈ

---

**الجواب۔ فتویٰ ۶۸۸۲** | مرزا غلام احمد قادیانی بوجہ اپنے دعاوی باطلہ کے قرآن و سنت کے واضح اور بدیہی نصوص اور اجماع امت کی بناء پر قطعی کافر اور مرتد ہے۔ انہی وجوہات کی وجہ سے مرزا کے ایسے معتقدات کو اپنانے والے یا اس کی اتباع کرنے والے یا اس کی تصدیق و تائید یا

کسی طرح تاویل کرنے والے بھی قطعی کافر اور مرتد ہیں ـــــ متنبی کذاب مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد ان کے متبعین کی ایک جماعت نے جو لاہوری مرزائی جماعت کہلاتی ہے۔ (جس کی قیادت مولوی محمد علی لاہوری نے کی۔) مرزا کے واضح بدیہی اور غیر مبہم دعاوی کے باوجود اس کی تکفیر کرنے کی بجائے (جو ہر مسلمان کا لازمی عقیدہ ہونا چاہئے۔) ایسے تمام دعاوی اور اقوال کفریہ کی تاویل شروع کر دی جبکہ وہ خود اپنے دعوؤں میں پکار پکار کر کہتا ہے کہ میں نبی ہوں تشریعی بھی اور غیر تشریعی بھی، سارے انبیاء بشمول حضور خاتم النبیین پر اپنی برتری کا دعویٰ کرتا رہا۔ اپنے منکر تمام مسلمانوں کو جہنمی اور کافر قرار دیتا رہا ـــ مگر مولوی محمد علی لاہوری اور اسکی پارٹی نے مرزا صاحب کو کافر سمجھنے کی بجائے چودھویں صدی کا مصلح اکبر، مجدد اعظم اور اس سے بڑھ کر مسیح موعود تک مانا۔ (ملاحظہ ہو اسکی تفسیر بیان القرآن حصہ اول ص۲۱۷ ریویو آف ریلیجنز ج ۵ ص۱۴۳، ج ۱۲ ص۲۶۵ وغیرہ) اس نے اپنی تفسیر میں بے شمار مقامات پر تحریف معنوی اور ایسے تلاعب سے کام لیا جو الحاد کا دروازہ کھولتا ہے۔ پھر نبوت مرزا سے انکار اور مصلح و مجدد کہنے کا بھی راستہ جان بوجھ کر نفاق و تلبیس اور مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے اختیار کیا گیا ورنہ درحقیقت لاہوری اور مرزائی ہر دو پارٹیوں کے معتقدات میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ملاحظہ ہو پیغام صلح، ستمبر ۱۹۱۳ء جو لاہوری پارٹی کا ترجمان ہے۔ اس میں مرزا کو رسول ماننے کا اعلان موجود ہے۔ اپنے رسالہ ریویو ج ۳ ص۱۱، ص۳۱ میں نہ صرف مرزا کو رسول اللہ اور نبی بلکہ سارے رسولوں سے افضل کہا۔ بہرحال اگر حقیقت حال یہ ہوتی کہ وہ مرزا کو صرف مصلح و مجدد سمجھتے ہیں، تب بھی ان کی تکفیر میں کوئی پس و پیش نہ ہوتی، برصغیر کے محقق علماء خصوصاً علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے اس فریب و نفاق کا پردہ بھی قطعی دلائل سے چاک کیا۔ اور لاہوریوں کی تکفیر ہی کے ضمن میں "اکفار الملحدین فی ضروریات الدین" جیسی معرکۃ الآراء کتاب لکھی جس میں واضح فرمایا کہ قطعی یقینی اور متواتر عقائد اور ضروریات دین میں تاویل و تحریف وانکار قطعی کفر ہے۔ اگرچہ ایسا کرنے والا خود اپنے آپ کو مسلمان کہے۔ اور اہل قبلہ میں سے اپنے کو سمجھے اور سارے ارکان اسلام عبادات وغیرہ ادا کیوں نہ کرے۔

مسلمانوں کیلئے تو مرزائیوں کا لاہوری فرقہ دوسرے قادیانی ربوائی جماعت سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔ کہ عام مسلمان انہیں نمازوں وغیرہ میں شرکت کرتے دیکھ کر ان پر حسن ظن کر لیتے ہیں اور بالآخر ان کے مکائد اور خباثت کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کی زبانی مرزا قادیانی کے محامد اور مناقب سن کر اس کے بارہ میں بھی خوش فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں، جو ضیاع دین و ایمان بن کر رہ جاتا ہے۔

الحاصل لاہوری مرزائی بھی قطعی کافر ہیں۔ نہ تو کسی مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا ان کے مسلمان ہونے

باقی ص۹۸ پر

# افکار و تاثرات
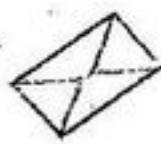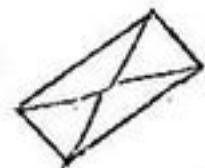
**مدرسہ معراج العلوم بنوں سیاسی انتقام کی زد میں** صوبہ سرحد کے گورنر جناب محمد اسلم خان صاحب خٹک نے حال ہی میں ایک حکم کے ذریعہ صوبہ سرحد کا ممتاز دینی ادارہ مدرسہ معراج العلوم بنوں کو سرکاری تحویل میں لینے کا اعلان کیا ہے۔ اور اب منتظمین مدرسہ ہذا کو ایک ہفتہ کے اندر اندر مدرسہ خالی کرنے اور سرکار کے حوالے کرنے کا نوٹس بھی دیا گیا ہے۔

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد اہلیانِ بنوں نے معراج العلوم کے نام پہ ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی۔ اور مولانا محمد عجب نور صاحب مراد آبادی اور مولانا صدر الشہید صاحب دیوبندی اس کے پہلے علی الترتیب مہتمم اور ناظم اعلیٰ مقرر کر دئے گئے۔ ضلع بنوں کے ہر مرد و زن نے بلا امتیاز سیاسی وابستگی کے خون پسینہ کی کمائی سے اس نوزائیدہ دینی پودے کی آبیاری کی۔ انہوں نے ہر وقت اور ہر ذرائع سے اس کی ترقی میں کوششیں کیں۔ مصائب جھیلے، تکالیف برداشت کیں۔ آج حال یہ ہے کہ دور دراز علاقوں اور ضلعوں سے سینکڑوں طلبا اور حفاظ ۱۸ جیّد اور ممتاز مدرسین کے زیرِ سایہ تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ہر سال بہت طلباء اور حفاظ فارغ التحصیل ہو کر دستار بندی کرتے ہیں۔

سنہ ۱۹۶۶ء میں مولانا محمد عجب نور صاحب کے انتقال کے بعد اہلیانِ بنوں نے بالاتفاق اہتمام کی ذمہ داریاں بھی مولانا صدر الشہید دامت برکاتہم کے سپرد کیں۔ اعلیٰ فہم و فراست، تدبر، دور اندیشی، منتظمانہ قابلیت اور طلباء کی اعلیٰ اور بہترین طریقہ سے تعلیمی اور اخلاقی تربیت کرنے کی وجہ سے عوام نے سنہ ۱۹۷۰ء میں آپ کو مجبور کر کے قومی اسمبلی کا ممبر منتخب کیا۔

آپ چونکہ موجودہ برسر اقتدار جماعت کی پالیسیوں سے عدم اتفاق کی بدولت آپ کی ہمدردیاں حکومت کی بجائے اپوزیشن کے ساتھ ہیں۔ لہٰذا آپ کو ہر ممکن ذرائع سے تنگ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔

[illegible] یہاں کے چند سرمایہ داروں اور مخالفین کے اشارے پر اٹھائے جانے والے اقدام

پر عوام سخت مشتعل ہیں۔ ان کے جذبات کو اسلام سے دوستی کی وجہ سے انتہائی دھچکا پہنچا ہے۔ اور اب عوام اسے ایک فرد سے سیاسی نہیں، بلکہ دین اسلام، مذہب اور عوام کے خلاف بدترین انتقام تصور کرتے ہیں جس کا اظہار جلسے، جلوسوں کے ذریعے ہو رہا ہے۔ ہڑتالوں کا خطرہ ہے۔
اگر حکومت نے فوری طور سے اپنا حکم واپس نہ لیا۔ تو کئی شکوک و شبہات ان کے ذہنوں میں پروان چڑھیں گے۔ اور وہ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ حکومت اپنے سیاسی مخالفین کو راستے سے ہٹانے کیلئے دینی اداروں تک کو نہیں بخشتی۔

حکومت علماء امت اور پیشوایان مذہب کو اپنے تابع بنانے اور ان کے اپنے آپ کو بچانے کیلئے مجبور کر رہی ہے۔ تاکہ وہ آزادانہ طور پر بلا روک ٹوک ہر اسلامی، غیر اسلامی، جائز اور ناجائز احکامات کو عملی جامہ پہنا سکے۔

لہٰذا امن و امان کو قائم رکھتے اور ملک و ملت کے وسیع تر مفاد کے خاطر ہم دست بستہ اپیل کرتے ہیں کہ مذہب میں غیر ضروری مداخلت نہ کرے۔ اور نہ سیاسی انتقام میں اس حد تک آگے بڑھے کہ مذہبی ادارے بھی نشانہ بن جائیں۔ حکومت صوبہ سرحد کے ارباب اختیار کو مدرسہ معراج العلوم بنوں کو سرکاری تحویل میں لینے کا اعلان منسوخ کرنا چاہیئے۔ اور عوام کو مذہبی آزادی سے محروم نہ کرے — کیونکہ انگریز کی حکومت میں بھی مذہب میں اس طریقے سے کبھی مداخلت نہیں ہوئی ہے۔

(جملہ اہالیان ضلع بنوں۔ سرحد)

**حضرت عیسیٰ مصلوب نہیں ہوئے**　ستمبر ۱۹۷۳ء کے الحق میں صفحہ ۵۶ پر مضمون بعنوان حضرت عیسیٰ کو سولی نہیں چڑھایا گیا، پڑھا جس میں آپ نے ڈاکٹر کورٹ برنا آف جرمنی کی تحقیق کا ذکر کیا ہے جو حضرت عیسیٰ کے اس کفن کے بارے میں ہے جس پر قادیانیت کی اساس ہے۔ اور جس کی ضمن میں مرزائی حضرت مسیح علیہ السلام کو کشمیر میں مدفون سمجھتے ہیں ——— الحمد للہ میں اہل سنت والجماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین کامل رکھتا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ کا اپنے وجود کے ساتھ طبعی طور پر پہنچنے آسمان پر زندہ اور قرب قیامت میں نزول پر بھی یقین رکھتا ہوں۔ کم و بیش دس سال ہوئے میرے ایک مرزائی کلاس فیلو نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں ایک پمفلٹ دیا جس میں ان کو سولی دینا، سولی سے چوری چھپے اتارنا، تہ خانہ میں "مرہم عیسیٰ" سے علاج کرنا اور ایک کفن وغیرہ میں لپیٹنا درج تھا۔ میرا یہ کلاس فیلو لاہور کے مربی شیخ عبد القادر کا لڑکا تھا۔ اور یہ لوگ مرزائی ہیں۔ اب پمفلٹ گم ہو چکا ہے۔ مگر حال ہی میں جو تحقیق ڈاکٹر کورٹ برنا کی ہے۔ اسکی روشنی میں پمفلٹ

کا سارا مواد شائع ہو چکا ہے۔ آپ نے چین کے اخبار "چینی ڈاک" (ہانگ کانگ) اور امریکی رسالہ "ٹائمز" کا ذکر کیا ہے، جس میں ڈاکٹر کورٹ برنا کی تحقیق چھاپی گئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے روز نامہ الندوہ اور ہفت روزہ اخبار العالم الاسلامی (سعودی عرب) کا ذکر بھی کیا ہے۔ ازراہ کرم ان رسالوں کے بارے میں صحیح مہینے یا ہفتے کا ذکر کیجئے تاکہ یہ بطور ریکارڈ رکھے جائیں۔ اور ضرورت کے وقت پیش کئے جاسکیں۔ (ذوالفقار علی خان تیزاب احاطہ۔ لاہور ۶)

**الحق**:— یہ مضمون عربی کے ایک مفصل مضمون کی تلخیص ہے جہاں سے ہم نے لیا ہے اس کے حوالے ملاحظہ فرمادیں۔

(۱) الندوہ — (روزنامہ مکہ مکرمہ) ص۳ — پیر ۲۳ محرم ۱۳۹۳ھ

(۲) اخبار العالم الاسلامی (مکہ۔ رابطہ عالم اسلامی) ص۳ — محرم ۱۳۹۳ھ

اسلام جوڑتا ہے توڑتا نہیں | اس عنوان کے تحت پچھلے پرچہ میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی تقریر میں یہ عبارت تحریر ہے کہ (اکیلے نماز پڑھیں تو ایک اجر ہے اور جماعت سے اگر ایک نمازی بھی مقتدی ہو تو ۲۷ درجے ثواب دیا جائے گا۔) اس کا مفہوم تو واضح ہے۔ مگر آگے یہ ہے (جتنی جماعت بڑھے گی تو اتنا ثواب میں بھی اضافہ ہوگا۔) یہ مسئلہ آج تک نظر سے نہیں گذرا۔ آگے ہے (خانہ کعبہ میں ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کا ہے۔ الخ) تو کیا کسی زیادتی جماعت کے سبب خانہ کعبہ یا مسجد نبوی میں نماز کو فضیلت حاصل ہوتی۔ اس کی وضاحت فرمادیں۔ (محمد سلیم سلیم آباد۔ خیرپور)

**الحق**:— مذکورہ عبارات کا مفہوم واضح ہے۔ آخری جملہ کا یہ مقصد نہیں کہ خانہ کعبہ کی نماز کو بوجہ کثرت جماعت یہ فضیلت ہے، بلکہ اجر و ثواب میں اضافہ کی مختلف مثالیں دی گئی ہیں۔ کبھی وجہ فضیلت مکان ہوتی ہے۔ جیسے مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ یا عام مساجد، کبھی وجہ زیادتِ ثواب مخصوص زمانہ ہوتا ہے۔ جیسے رمضان المبارک یا لیلۃ القدر وغیرہ اور کبھی مکان و زمان کے علاوہ دیگر امور ازدیاد اجر کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسے جماعت کی کثرت اور اضافہ آخر الذکر کی تصریحات بھی سلف سے منقول ہیں۔

# احوال وکوائف

## دار العلوم حقانیہ

ناظم دفتر اہتمام

**حضرت شیخ الحدیث کا سفر رائے ونڈ** گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی ضعف علالت کئی مشاغل اور موانع کے باوجود تبلیغی جماعت کے اکابر کے اصرار پہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ۱۴ر ستمبر ۱۹۷۳ کو تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے اور مرکز میں قائم مدرسہ عربیہ کے امتحانات اور معائنہ میں حصہ لیا۔ اس دوران مدرسہ کے طلباء سے مختصر خطاب بھی فرمایا۔ ۱۶ر ستمبر کو واپسی ہوئی۔ مولانا سمیع الحق صاحب اور قاری سعید الرحمن صاحب اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہے۔

**صدر آزاد کشمیر سردار عبد القیوم سے ملاقات** آزاد کشمیر میں اسلامی قانون سازی اور قوانین کے نفاذ نیز قدیم و جدید نصاب پر جامع ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کے سلسلہ میں صدر آزاد کشمیر سردار عبد القیوم خان کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث نے ۱۸ر ستمبر کو پونچھ ہاؤس (راولپنڈی) میں ان سے طویل ملاقات کی۔ اس مجلس کے دوسرے شرکاء حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کراچی، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب تھے۔ مذکورہ امور کے مختلف پہلوؤں پر ہر سہ حضرات نے صدر آزاد کشمیر سے سیر حاصل گفتگو کی اور علم و فکر کے بہت سے گوشے سامنے آئے۔ اس مجلس کی علمی گفتگو کو ادارہ الحق نے قلمبند بھی کیا۔

**مولانا عبد المالک صدیقی نقشبندیؒ** حضرت شیخ طریقت مولانا عبد المالک صدیقی نقشبندیؒ کے خانیوال میں سانحۂ ارتحال کی اطلاع دار العلوم میں شدید رنج و غم سے سنی گئی۔ حضرت مرحوم کا دار العلوم سے قدیم دیرینہ تعلق رہا۔ ہر سال دو ایک دن یہاں قیام فرماتے۔ کئی ممتاز اساتذہ اور بے شمار طلبہ آپ سے بیعت ہوئے اور کئی اساتذۂ دار العلوم کو آپ نے خلعت خلافت سے نوازا۔ حضرت مرحوم کے رفع درجات کیلئے دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔

**سالانہ امتحانات** ۲۵ر رجب کو دار العلوم کے تحریری و تقریری امتحانات شروع ہوئے، جو ۱۴ر شعبان تک جاری رہے۔ دورۂ حدیث کے علاوہ امتحانات کی اساتذہ دار العلوم نے نگرانی کی۔ شعبہ تجوید کے امتحانات مولانا قاری سعید الرحمن اور قاری محمد یعقوب صاحب جامع اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی

# تعارف وتبصرہ کتب

جناب اختر راہی ایم۔ اے

اربعین نووی (مترجم) | مؤلف : امام یحییٰ نووی ۔ مرتبین : حافظ نذر احمد و عزیز زبیری۔ ناشر : مسلم اکادمی ۔ نذر منزل ۲۹/۱۸ محمد نگر ۔ لاہور ۔ کتابت وطباعت عمدہ ۔ قیمت ۲/۰ روپے ، صفحات : ۹۶ ——— صحیح مسلم کے شارح اور مشہور فقیہ امام یحییٰ نووی کی اربعین یعنی چالیس احادیث کے انتخاب کا اردو ترجمہ مع متن عربی پیش نظر ہے۔ مرتبین نے طلبہ کی ضرورت کے پیش نظر سلیس ترجمے کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کی تشریح کی ہے اور خلاصہ مطالب بھی پیش کیا ہے۔

آغاز کتاب میں امام نووی کے حالات زندگی ، تاریخ اربعین ، حدیث کی اہمیت ، تاریخ حدیث اور اصول حدیث پر بچے تلے انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ اپنے اپنے ذوق نظر کے مطابق مختلف حضرات نے "اربعین" مرتب کی ہے۔ شاہ ولی اللہ نے چالیس احادیث کا انتخاب کیا تھا۔ مرتبین نے ان کے تذکرے میں لکھا ہے : "قرآن کریم کا پہلا فارسی ترجمہ آپ نے کیا۔" یہ بیان درست نہیں۔ شاہ صاحب سے پہلے کم وبیش ۳۵ تراجم وتفاسیر قرآن فارسی زبان میں موجود تھے۔ البتہ یہ کہنا موزوں ہے کہ شاہ صاحب کے ترجمے کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ کسی دوسرے فارسی ترجمہ قرآن کو حاصل نہ ہو سکا ——— کتاب ہر لحاظ سے قابل مطالعہ ہے ۔ اور خاص طور پر طلبہ کی جملہ ضروریات پوری کرتی ہے۔ مسلم اکاڈمی کے علاوہ نور سنز قصہ خوانی بازار پشاور سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے ۔

ہم ماتم کیوں نہیں کرتے ؟ | مؤلف : قاضی مظہر حسین ۔ ناشر : مجلس خدام اہلسنت والجماعت چکوال ضلع جہلم ۔ قیمت : ۵۰ پیسے ، صفحات : ۳۲ ، قاضی مظہر حسین صاحب کا یہ کتابچہ شیعہ نقطۂ نظر سے لکھے گئے ایک پمفلٹ "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں" کا جواب ہے ۔ قاضی صاحب نے پہلے تو قائلین ماتم کے دلائل کا پوسٹ مارٹم کیا ہے ۔ اور پھر قرآن وسنت اور کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے کہ مروجہ ماتم کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ۔

**دعاوی مرزا** | مؤلف: شیخ الحدیث محمد ادریس کاندھلوی ناشر: بیت الحمد، ٹنڈو الہ یار سندھ ——— متنبی قادیان مرزا غلام احمد نے اس کثرت سے مختلف اور باہم متناقض دعوے کئے ہیں کہ اُمت مرزائیہ ان کے اصل دعوے کی تعیین میں دو گروہوں میں بٹ گئی ہے۔ قادیانی امت کا ایک گروہ مرزا صاحب کو نبی قرار دینے پر بضد ہے۔ جبکہ دوسرا اس شد و مد سے ان کی نبوت کا انکار کرتا ہے۔ اور انہیں مسند تجدید پر بٹھاتا ہے ——— مرزائے قادیانی کے کاذب ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ نبی اعلان نبوت کے پہلے روز جو اعلان کرتا ہے آخر تک اس پر قائم رہتا ہے۔ اس کے دعوے میں تناقض و اختلاف نہیں ہوتا۔ مرزا جس کے دعوے ان گنت ہیں۔ اور حالات کے ساتھ ساتھ مرغ باد نما کی طرح جو بدلتا رہا ہے۔ کبھی مسیح موعود کا دعویٰ کیا، کبھی ظلّی و بروزی نبی بنا۔ کبھی مجدد، کبھی مستقل نبی، کبھی موسیٰ کبھی علیسیٰ، کبھی کرشن اور کبھی ان سب سے برتر۔

مولانا کاندھلوی نے مرزا قادیانی کے ایسے ہی پچاس دعووں کا ذکر کیا ہے۔ اور مرزا کی بوالعجبی پر خوب گفتگو کی ہے۔ کتابچہ خاص دلچسپ ہے۔

**الصحیح المسلم (انگریزی ترجمہ مع تعلیقات وحواشی)** | جلد دوم، مؤلف: امام مسلمؒ، ترجمہ وحواشی: پروفیسر عبدالحمید صدیقی۔ ناشر: شیخ محمد اشرف، کشمیری بازار۔ لاہور۔ کتابت وطباعت عمدہ صفحات ۴۰۶، قیمت -/۵۵ روپے۔

صحیح مسلم کے زیر نظر انگریزی ترجمے کی جلد اوّل پر "الحق" میں تفصیلی تبصرہ شائع ہو چکا ہے۔ موجودہ جلد کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح اور کتاب الطلاق کی ۱۸۵۳ احادیث کے ترجمہ وحواشی پر مشتمل ہے۔ مترجم موصوف نے دوسری جلد میں بھی پہلی جلد کا اعلیٰ معیار ترجمہ و تحقیق قائم رکھا ہے۔ حواشی میں راویان حدیث کے مختصر تعارف اور تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ جناب عبدالحمید صدیقی صاحب کی اس عظیم اسلامی خدمت کی جسقدر تعریف کی جائے کم ہے۔

**راہ نجات (سورہ والعصر کی روشنی میں)** | تقریر: ڈاکٹر اسرار احمد، ناشر: ایچی سن کالج لاہور صفحات: ۳۶ ——— ڈاکٹر اسرار احمد فن طب کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ علوم قرآن سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ انہوں نے ایچی سن کالج کے ایک اجتماع میں سورہ والعصر کو موضوع بناتے ہوئے تقریر کی۔ یہی تقریر کتابی صورت میں پیش نظر ہے۔ انداز بیان عام فہم ہے۔ مگر انگریزی الفاظ کا بے جا استعمال ذوق سلیم پر گراں گزرتا ہے۔

★